اسلام کے بارے میں اسلام قبول کرنے والوں کے مختصر خیالات

اسلام روزمرہ کی زندگی میں انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے

میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جہاں اسلام انسان کی روزمرہ زندگی کے لیے رہنمائی کرتا ہے وہاں آج کی نام نہاد عیسائیت نظریاتی طور پر بالواسطہ اور عملی اعتبار سے اجتماعاً اپنے پیروکاروں کو یہ سکھاتی ہے کہ اتوار کے دن اللہ کی عبادت کریں اور ہفتے کے باقی دن انسانوں پر ظلم توڑتے رہیں۔ ①

[سر عبداللہ آرچیبالڈ۔ ہیملٹن، سسیکس، برطانیہ]
(Sir Abdullah Archibald-Hamilton, Sussex, U.K)

مجھے اسلام ہی مطلوب تھا

میں یہ دیکھ کر اسلام کی طرف متوجہ ہوا کہ یہی وہ سچا دین ہے جو امن وسکون مہیا کر سکتا ہے۔ اسلام سے متعارف ہونے سے قبل میں نے ہر مذہب کی کتابیں پڑھیں اور پھر اسلام کا مطالعہ شروع کیا، تو جتنا پڑھتا چلا گیا اتنا زیادہ یہ احساس دل میں راسخ ہوتا گیا کہ جو کچھ میں تلاش کر رہا تھا وہ کسی اور جگہ نہیں بلکہ یقینی طور پر مجھے یہیں مل گیا ہے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد کہ اسلام ہی میرا مطلوب ہے، میں نے یہ محسوس کیا کہ مجھے کوئی ایسا آدمی مل جائے جس سے میں مشورہ کر سکوں اور رہنمائی لے سکوں۔ اب یہ میری ذمہ داری ہے

① اسلامک ریویو فروری 1924ء ج:12، ش:2، ص:77

کہ میں اسلام کا سچا اور اچھا پیروکار بننے کے لیے پوری پوری کوشش کروں۔ ①

[عبدالرحمٰن سٹینلے اینیان' برطانیہ]
(Abdur-Rahman Stanley Anyan, U.K)

مستقبل کا دین اسلام کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا

اسلام کے حُسن کا پہلا تاثر مجھے القُدس میں حاصل ہوا۔ اس سے پہلے اسلام کے بارے میں میرا علم ایسا ہی تھا جیسا کہ آج کل یورپ بھر کے سکولوں میں پڑھایا جا رہا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ نے محض عیسائیت اور یہودیت کے اصول لے کر ایک دین کی بنیاد رکھی جو وحشت اور تشدد پر مبنی ہے اور جس کا مقصد بے چارے عیسائیوں' بالخصوص آرمینیا کے عیسائیوں کو ختم کرنا ہے۔ ② دراصل عیسائیت اللہ تعالیٰ سے دور ہوتی جا رہی ہے کیونکہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا لیا ہے۔

مجھے یہ امید بھی ہے اور یقین بھی کہ اسلام کا مستقبل بہت تابناک ہے' بالخصوص شمالی یورپ میں جہاں لوگ آج بے چینی سے کسی ایسے دین کے لیے تڑپ رہے ہیں جو انہیں عیسائیت سے زیادہ سُکھ اور سکون دے سکے کیونکہ (عیسائیت) ہر لحاظ سے ناکام ہو چکی ہے' لہٰذا مستقبل کا مذہب اسلام کے علاوہ کوئی اور ہرگز نہ ہوگا۔ ③

[علی احمد نود ہولمبوُ ڈنمارک]
(Ali Ahmad Knud Holmboe)

---

① اسلامک ریویو' اپریل 1936ء' ج:24' ش:4' ص:140,139

② علی احمد نود ہولمبو کی یہ تحریر ''اسلامک ریویو'' (اکتوبر 1931ء) میں شائع ہوئی تھی۔ اس سے پہلے مغرب میں جھوٹا پروپیگنڈہ ہوتا رہا تھا کہ سلطنت عثمانیہ یعنی ترکی میں مسیحی آرمینی اقلیت کا صفایا کیا جا رہا ہے' چنانچہ ایک سازش کے تحت ترکی کو جنگ عظیم اول (18-1914ء) میں شریک کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے اور آرمینیا کا علاقہ رُوس کے سپرد کر دیا گیا جو سوویت یونین کی شکست وریخت (1991ء) کے بعد ایک آزاد مسیحی ملک بن چکا ہے۔ (م-ف)

③ اسلامک ریویو' اکتوبر 1931ء' ج:19' ش:10' ص:349,348,345

اسلام ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا

مجھے دلی طور پر یہ یقین ہے کہ اسلام کا مستقبل بہت روشن ہے جبکہ عیسائیت ناکام ہو چکی ہے۔ میرا یہ ایمان ہے کہ انسانیت صرف اس دین (اسلام) کی تعلیمات پر عمل کر کے ہی خوشی حاصل کر سکتی ہے جس کی تبلیغ حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی۔ عیسائیت پیچیدہ نظریات سے بھرپور ہے جن کی حقیقت و ماہیت میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اسلام تو خود زندگی ہے مگر عیسائیت ختم ہو جائے گی کیونکہ یہ بے بنیاد تصورات پر مبنی ہے۔ اسلام ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ مسلمان کے نزدیک ترقی صرف انسان کے خارجی وجود کا معاملہ نہیں ہے نہ یہ تہذیب و سائنس میں اور نہ فنی ترقی میں مضمر ہے بلکہ مادی دنیا کی غلامی سے رُوح کی آزادی ہی ترقی کہلا سکتی ہے۔ ①

[علی احمد نود ہولبو- ڈنمارک]

(Ali Ahmad Knud Holmboe- Denmark)

اسلام میں مجھے استحکام کے عناصر نظر آئے

بہر صورت میرے خیال میں اسلام ہی وہ دین ہے جس میں میں نے وہ عناصر دیکھے ہیں جو استحکام پیدا کر سکتے ہیں۔ اس کی سادگی' رسوم سے بے نیازی' سائنس' فلسفہ اور حکومت کی سیاسی شکلوں کو برداشت کرنے' سماجی امتیازات اور نسلی تعصّبات سے پاک ہونے اور چند منتخب یا امیر اور بااثر افراد تک محدود پُر اسرار باتوں سے مبرا ہونے کی وجہ سے مستقبل کے لیے اس کے امکانات دیگر تمام رائج الوقت مذاہب سے زیادہ ہیں۔ یہ سب باتیں مل کر اسے میری دانست میں میرے سیاسی' سماجی اور مذہبی نظریات کے لیے بہترین اظہار کا ذریعہ بناتی ہیں۔ ②

[ڈیوڈ عمر نکلسن]

(David Omer Nicholson)

① اسلامک ریویو۔ جولائی 1933ء ج:21' ش:7' ص:226

② اسلامک ریویو' اپریل 1935ء ج:23' ش:4' ص:108,107

اعتدال اور تقویٰ اسلام کی کلیدی خصوصیات ہیں

اسلام کی سادگی' مساجد کا بے حد متاثر کن ماحول' اس کے مخلص پیروکاروں کا ذوق وشوق اور دنیا بھر میں پانچ وقت اذان کی آواز پر لبیک کہنے والے لاکھوں لوگوں کا اعتماد افزا عمل وغیرہ ایسے عناصر ہیں جو شروع ہی سے مجھے متاثر کرتے رہے ہیں۔

دوسرے مذاہب کے بارے میں اسلام کی وسیع النظر رواداری اسے آزادی کے متوالوں کا منظورِ نظر بناتی ہے۔ نبیٔ اکرم حضرت محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو حکم دے رکھا ہے کہ عہد نامہ قدیم و جدید اور حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر ایمان رکھنے والوں سے اچھا سلوک کیا جائے اور سب انبیاء علیہم السلام کو ایک ہی اللہ عزوجل کے نبی سمجھا جائے۔ یقیناً یہ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں ایک زیادہ فراخدلانہ اور ترقی پسندانہ رویہ ہے۔ مجھے اعتدال اور تقویٰ جو اسلام کی کلیدی خصوصیات ہیں' بے حد پسند آئے۔ ①

[کرنل ڈونلڈ ایس راک ویل' یو ایس اے]
(Col. Donald S.Rockwell, U.S.A)

اسلام ہی نسلِ انسانی کے ہر فرد کی ضرورت پوری کرتا ہے

ہر چیز کی طرح عیسائیت کو بھی فنا ہو کر اللہ کے سچے دین اسلام کے لیے جگہ چھوڑنی ہے۔ اسلام حق' خلوص اور رواداری کا دین ہے جو انسان کے مفادات کو مدّ نظر رکھتا ہے اور اُسے راہِ حق دکھاتا ہے۔ صرف اسلام ہی نسلِ انسانی کے ہر فرد کی ضرورت پوری کرتا ہے اور دنیا میں مسلمان واحد قوم ہیں جن کے درمیان ''سچی کتاب اخوت'' پائی جاتی ہے نہ کہ عیسائیت کی طرح محض ''زبردستی کا عقیدہ'' (Make-belief) ②

[سر جلال الدین لاڈر برنٹن - انگلینڈ]
(Sir Jalaluddin Lauder Brunton- U.K)

① اسلامک ریویو' اپریل 1935ء' ج:23' ش:4' ص 122,121

② اسلامک ریویو' جولائی 1938ء' ج:26' ش:7' ص:250

اسلام ہی موجودہ دور کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے

اہل مغرب کے ذہن کو زیادہ تر اسلام کی سادگی متاثر کرتی ہے۔ یہ درست ہے کہ ایک دو مذاہب اور بھی ایسے ہیں جن تک رسائی آسان ہے مگر ان میں نبی اکرم ﷺ کے دین جیسی قوت اور اخلاقی و روحانی عظمت مفقود ہے۔

اسلام کی رواداری بھی متاثر کن ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ عیسائیت کے عدم برداشت کے رویے ہی نے پہلے پہل مجھے اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ عیسائی چرچ آج کے مسائل سے نمٹنے کی اہلیت سے عاری ہے۔ ان مسائل کا حل صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے۔ ①

[جان فشر- نیوکیسل، برطانیہ]

(John Fisher- New Castle, U.K)

اسلام کی سادگی اور اس کے پیروکاروں کے خلوص نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا

اسلام قبول کرنے کے بعد میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں زندگی کے ایک اہم موڑ پر آ پہنچا ہوں اور اپنے قبولِ اسلام کی وجہ آپ پر واضح کرنے کے لیے میں نے اپنا ذاتی تجزیہ کیا ہے جو درج ذیل ہے:

اسلام کی سادگی اور اس کے پیروکاروں کی لگن نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا۔ مجھے عیسائیت کے سوا تمام مذاہب کو کفر اور ان کے پیروکاروں کو کافر سمجھنا سکھایا گیا تھا۔ اسلام نے مجھے اپنے پانچ ارکان میں سے ایک رکن کے ذریعے سے مادیت کے بندھنوں کو توڑنا سکھا دیا اور یہ رکن نماز ہے۔ اسلام کی یہ عبادت مجھے مسلسل رب تعالیٰ، اس کی مخلوق اور

① اسلامک ریویو مارچ 1934ء، ج:22، ش:3، ص:62,61

میرے نفس کے متعلق ان فرائض کی یاد دلاتی رہتی ہے جو میرے ذمے ہیں۔①

[خالد ڈی لارنجر ریمراف]

(Khalid D'Larnger Remraf)

میں اسلام کو موجودہ تمام مذاہب پر ترجیح دیتا ہوں جو سب تصوراتی ہیں

اسلام ترقی کا علم بردار ہے اور اس سے ہمیشہ یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا اسی طرح ارتقاء کے مراحل طے کرتے ہوئے پہلے سے کہیں زیادہ پاکیزہ اور علم کی روشنی سے منور ہو جائے گی جبکہ عیسائیت نے ہمیشہ اجتہادی ذہن کو دبانے کی کوشش کی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی معلومات اتنی کم ہیں کہ ہم انہیں نمونۂ ہدایت قرار نہیں دے سکتے مگر حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے ایک ایک دن کے بارے میں معلومات ہمیں میسر ہیں۔ اسلام ہمیں وقار، ایثار اور نیک کاموں کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وہ اعمال ہیں جو ہمیں جنت کے قریب تر لے جاتے ہیں۔ عقائد کے ساتھ ساتھ جب تک اعمال نہ ہوں اس وقت تک عقائد کی کوئی اہمیت نہیں۔②

[ڈاکٹر شیخ خالد شیلڈریک-لندن]

(Dr. Shaikh Khalid Sheldrake- London)

اسلام واحد دین ہے جو جدید تہذیب کے لیے ہمیشہ قابل قبول رہے گا

اسلام وہ واحد دین ہے جو جدید تہذیب کے لیے، خاص طور پر میرے اور موجودہ نسل کے لوگوں کے لیے، ہمیشہ قابلِ قبول رہے گا۔

مجھے اب مکمل یقین ہے کہ بالآخر مجھے وہ سچ مل گیا ہے جس کا میں متلاشی تھا۔ اب میرا ایک دین ہے جسے میں صحیح معنوں میں سمجھ سکتا ہوں اور اس پر عمل کر سکتا ہوں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ

① اسلامک ریویو، مارچ، اپریل 1930ء، ج:18، ش:4,3، ص:133,132,129

② اسلامک ریویو، ستمبر 1914ء، ج:2، ش:8، ص:377

میں نئی قوت اور ولولے کے ساتھ زندگی کی مشکلات کا سامنا کر سکتا ہوں۔ میرا یہ عزم ہے کہ بعض اُن لوگوں تک بھی اسلام کی روشنی پہنچا دوں جو میری طرح اپنے عیسائی عقائد سے مطمئن نہیں ہیں اور انہیں بھی وہ ذہنی سکون میسر آ جائے جو ہمارے عظیم اور ذی شان دین اسلام کا خاصہ ہے۔ ①

[ٹی ایچ میک بارکلی]
(T.H.McC Barklie)

مجھے اسلام میں حقیقی سکون اور ہدایت کی روشنی مل گئی

تقریباً دس سال کے طویل عرصہ تک میں شک اور مایوسی کے ویرانوں میں بھٹکتا رہا اور اب میں خوش ہوں کہ بالآخر مجھے اسلام کی صورت میں حقیقی سکون میسر آ گیا اور ہدایت کی روشنی مل گئی۔ میں اس اسلامی برادری کا رُکن بن کر بہت خوش ہوں جس کی آفاقیت کو کبھی چیلنج نہیں کیا جا سکا اور جو اپنے اخوت اور مساوات کے نظریات پر گزشتہ چودہ سو سال سے عمل پیرا ہے جبکہ دوسرے مذاہب کے پیروکار محض زبانی جمع خرچ ہی کو ہدایت کے لیے کافی سمجھتے ہیں اور اپنے نظریات پر عمل کو آسانی سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اسلام ایک سادہ دین ہے۔ یہ دین صرف اللہ اور اُس کے رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان کا نام ہے جن کی تعلیمات تمام اخلاقی، مادی اور روحانی ضروریات کا احاطہ کرتی ہیں۔ یہ دوسرے تمام مذاہب کے بانیوں کی تعلیمات سے برتر دین ہے۔ ②

[عمر پراؤٹ]
(Omar Proutt)

اسلام ہی ہمیشہ میرا دین رہا

قرآنِ حکیم کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے یہ علم ہوا کہ اسلام ہی ہمیشہ سے میرا دین تھا۔

① اسلامک ریویو، اگست 1933ء، ج:21، ش:8، ص:248,245

② اسلامک ریویو، جنوری 1934ء، ج:22، ش:1، ص:10

اب مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ میرا کام مسلمان بھائیوں میں اللہ کی حمد وثنا اور اُس کے احکام کی تبلیغ کرنا ہے جس نے انسان کو نجات کا راستہ دکھایا۔

مجھے یہ محسوس کر کے بہت دکھ ہوتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے اسلام قبول کیوں نہ کیا۔ میں اپنی بات اس وعدے پر ختم کرتا ہوں کہ آج سے میں نے اپنی زندگی مذاہبِ عالم میں سے بہتر دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دی ہے۔ ①

[جے ایل سی ایچ فان بیٹم]
(J.L.Ch. Van Beetem)

دین اسلام کی سادگی اور صداقت نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا

دینِ اسلام کی سادگی وطہارت' اس میں عیسائیت کے سے پیچ در پیچ نظریات اور پاپائی تقدس کے نہ ہونے اور اس کی واضح صداقت نے مجھے خاص طور پر بہت متاثر کیا۔ مسلمانوں کی دیانت اور خلوص بھی وہ عظیم خوبیاں ہیں جن کی ہم پلہ کوئی خوبی عیسائیت میں نہیں پائی جاتی۔

اسلام کا ایک اور امتیازی وصف مساوات اور برابری ہے۔ تمام انسانوں کے درمیان مساوات صرف اسلام ہی قائم کرتا ہے اور کسی اور مذہب میں اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسلام کا عقیدہ اتحاد پیدا کرتا ہے۔

دین اسلام تمام ادیان سے صاف ستھرا دین بھی ہے کیونکہ مسلمانوں کو دن میں پانچ مرتبہ جسم کے کھلے حصے دھونے پڑتے ہیں۔ ایسا عمل دنیا کے کسی اور مذہب میں موجود نہیں۔ ②

(اے ڈبلیو ایل فان کوئلن برگ- المعروف ایم اے رحمان)
(A.W.L. Van Kuylenburg-Known as M.A. Rahman)

---

① اسلامک ریویو' ستمبر 1931' ج:19' ش:9' ص:304

② اسلامک ریویو' فروری 1941ء' ج:29' ش:12' ص:50

اسلام کی صورت میں وہ سچا دین مل گیا جس کی مجھے مدت سے تلاش تھی

میں نے اپنا اچھا خاصا وقت قرآن کریم کے ایک انگریزی ترجمے کے مطالعے پر صرف کیا اور جب نبی کریم ﷺ کے بعض فرمودات بار بار پڑھے تو میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ اسلام کی صورت میں مجھے بالآخر وہ سچا دین مل گیا ہے جس کی مجھے ایک عرصے سے تلاش تھی۔

یہاں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر میرے ملک اور دوسرے مغربی ممالک کے لوگوں کو اسلام کی تعلیمات اور اس کے مقاصد سے آگاہ کر دیا جائے تو اسلام کی صفوں میں آئے دن تیزی سے اضافہ ہوگا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ بہت سے ''آزاد خیال'' مفکرین کے ذہن میں شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں اور کچھ قدامت پرست محض اس وجہ سے اپنے پرانے عقائد سے چمٹے ہوئے ہیں کہ ان میں اپنے مذہب کے اصولوں سے اختلاف رکھنے کے باوجود اس کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کی اخلاقی جرأت نہیں ہے۔ ①

[واکر ایچ ولیمز]

(Walker H.Williams)

میں نے اسلام اس لیے قبول کیا کہ یہ میرے اپنے خیالات کے عین مطابق ہے

آج مسیحی اور یہودی جن عقائد کا پرچار کر رہے ہیں' ان کے بجائے اسلام قبول کر لیا جائے تو گویا انسان دین فطرت میں داخل ہو جاتا ہے جو کہ اولین ادوار کے سچے عیسائیوں یا یہودیوں کا دین تھا۔

اسلام میں رواداری اور عالمگیر انسانی بھائی چارے کا تصور موجود ہے' لہٰذا میں یہ کہہ سکتی

① اسلامک ریویو' نومبر 1933ء' ج:21' ش:11' ص:366,367

ہوں کہ میں نے اسلام اس لیے قبول کیا کہ یہ دین اللہ اور اس کے خوبصورت نظام کائنات کے بارے میں میرے اپنے خیالات کے عین مطابق ہے۔ یہ واحد دین ہے جسے میں صحیح معنوں میں سمجھ سکتی ہوں یہاں تک کہ اس کی سادگی اور حُسن کو ایک بچہ بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ ①

[آمنہ لی فلیمنگ]

(Amina Le Fleming)

اسلام ہی وہ دین ہے جس کی مجھے تلاش تھی

اسلام ہی وہ دین ہے جسے میں سکول کے زمانے سے تلاش کرتی رہی۔ میرا ذہن عیسائیت کی تعلیمات سے مطمئن نہ تھا حتیٰ کہ میں عمر میں اتنی بڑی ہوگئی کہ آزادانہ سوچ سے کام لے کر عیسائیت سے نجات حاصل کرسکوں۔ پھر میں سچے دین اسلام سے متعارف ہوئی۔ مجھے اسلام سے دلچسپی ہوگئی جس کی بنیاد ہی سادگی پر ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین۔ دین اسلام نے مجھے وہ سکون اور خوشی عطا کی ہے جس سے میں پہلے نا آشنا تھی۔ ②

[مس جون فاطمہ]

(Miss Joan Fatima)

اگر برطانیہ اور یورپ اسلام قبول کرلیں تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عالمی طاقتیں بن جائیں

عیسائیت کی کوئی بھی توضیح تسلی بخش نہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ آدم اور حوا علیہما السلام سے سرزد ہونے والے گناہ اور ان کے زمین پر اترنے کے باعث تمام بنی آدم گناہ گار پیدا ہوتے ہیں اور اپنی کوشش سے جنت کے کبھی حق دار نہیں بن سکتے۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ نہیں کہ لوگوں کو آدم اور

① اسلامک ریویو' اکتوبر 1935ء' ج:23' ش:10' ص:362

② اسلامک ریویو' جنوری 1930ء' ج:18' ش:1' ص:18

حوا علیہا السلام کے گناہ کی سزا ملتی ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انسان معصوم (گناہ سے پاک) پیدا ہوتے ہیں اور صرف اُسی وقت جنت سے دور ہوتے ہیں جب وہ بڑے ہو کر جان بوجھ کر گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر برطانیہ اور یورپ کے لوگ اسلام قبول کر لیں تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عالمی طاقتیں بن جائیں کیونکہ برطانوی اور یورپی نومسلم بہترین مسلمان ثابت ہوتے ہیں۔ ①

[خدیجہ ایف آر فیزوئی، انگلینڈ]
(Khadija F.R. Fezoui, U.K)

① اسلام دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 147،146

باب: سوم

قرآن حکیم کے بارے میں اسلام قبول کرنے والوں کے خیالات

قرآنِ حکیم کے بارے میں اسلام قبول کرنے والوں کے خیالات

قرآنِ حکیم میں روح کی افزائش کا مکمل سامان موجود ہے

میں عہد جوانی ہی سے اسلامی تہذیب اور اس کے مختلف مظاہر' شاعری اور فنِ تعمیر وغیرہ سے بہت متاثر رہا ہوں اور دل میں یہ کہتا رہا ہوں کہ وہ قوم جس نے دنیا کو ثقافت کے ہر شعبے میں اتنے حسین اور اہم شاہکاروں سے مالا مال کیا اُس نے فلسفے اور مذہب میں بھی یقیناً بہت بلند مقام حاصل کیا ہوگا۔

اسلام کے لیے اپنے دلی جذبات کی بنا پر میں نے دورِ قدیم و جدید کے تمام مذاہب کا مطالعہ اور موازنہ کیا' انہیں تنقیدی نظر سے قریب سے دیکھا اور آہستہ آہستہ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اسلامی عبادات ہی حقیقی دین ہیں اور قرآن حکیم میں وہ سب کچھ موجود ہے جو انسان کو اپنی روحانی بالیدگی کے لیے چاہیے۔ ①

[کاؤنٹ ایڈورڈو گیوجا-اٹلی]

(Count Eduardo Gioja-Italy)

عیسائیوں کی بائبل کو تو شاید امریکہ میں بھی کوئی نہیں جانتا مگر قرآن حکیم وہ کتاب ہے جسے ہر مسلمان پڑھتا ہے

عیسائیوں کی بائبل عیسائیت کی نصابی کتاب ہے۔ میں نے اس کا بارہا مطالعہ کیا ہے۔ میں یہ

① اسلامک ریویو' ستمبر 1935ء' ج:23' ش:9' ص:332,331,329

سمجھتا ہوں کہ شاید ہی کوئی آدمی ایسا موجود ہو جو بائبل میں بیان کیے گئے قتل و غارت، زنا بالجبر اور دوسرے فحش اور گھناؤنے واقعات پر لرزہ براندام نہ ہوا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بائبل پڑھنے کے بعد انسان ''عیسائیوں کے خدا'' کی ماہیت کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

عیسائیوں کی بائبل تو شاید ایسی کتاب ہے جسے امریکہ میں بھی کوئی نہیں جانتا مگر قرآن حکیم وہ کتاب ہے جسے ہر مسلمان پڑھتا ہے۔ دراصل بائبل سے لوگوں کا نابلد ہونا بھی عالمِ عیسائیت کے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ مجھے عیسائیت سے بائبل ہی نے متنفر کیا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ اسلام عقلِ انسانی کو مطمئن کرتا ہے۔ اس میں نہ تو بدھ مذہب جیسی مایوسی ہے اور نہ یہ شنطو ازم اور کنفیوشزم کی طرح الوہیّت سے خالی ہے اور نہ یہ ''پیسے سے بنا ہوا دین'' ہے۔ ①

[ہیری ای ہائنکل]

(Harry E.Heinkell)

قرآنِ حکیم کی اعلیٰ ہدایات اور عبارات دیکھ کر میں حیران رہ گیا

میں نے ایک مسلمان کا کیا ہوا قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھا تو اس کی اعلیٰ ہدایات اور ایقان پرور عبارات دیکھ کر حیران رہ گیا جو کہ روزمرہ زندگی میں انسان کو اتنی دانش مندانہ اور قابلِ عمل نصیحتیں فراہم کرتی ہیں۔ میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں غلط تعلیم کیوں دی گئی اور اس سے پہلے اتنے باکمال دین کے بارے میں سچی باتیں مجھے کیوں نہیں بتائی گئیں۔

اسلام پر اگر خلوصِ دل سے عمل کیا جائے تو انسان کے ذہن اور جسم کو سکون ملتا ہے اور اس سے ایک مکمل انسانی معاشرہ ترتیب پاتا ہے۔ ②

[حسن وی میتھیوز]

(Hasan V.Mathews)

① اسلامک ریویو، اگست 1932ء، ج:20، ش:8، ص:258

② اسلامک ریویو، مارچ 1941ء، ج:29، ش:3، ص:82

قرآنِ کریم صداقتوں سے لبریز ہے اور اس کی تعلیمات قابلِ عمل اور انتہا پسندانہ نظریات اور پُر اسرار باتوں سے مبرّا ہیں

رومن کیتھولک فرقے سے تعلق کے باعث مجھے اس فرقے کے بارے میں خاصے وسیع مطالعے کا موقع ملا۔ میں نے اپنے آپ کو یہ یقین دلانے کی پوری پوری کوشش کی کہ رومن کیتھولک مذہب ہی واحد سچا مذہب ہے مگر افسوس کہ اس کی پُر اسرار باتوں' انتہا پسندانہ نظریات اور بعض ناقابلِ یقین عقائد پر ایمان لانے کے اصرار نے میری برداشت کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ میں نے خود حق کی تلاش شروع کر دی اور خاموشی سے کئی سال اسی کام میں مصروف رہا۔

ہندومت اور بدھ مت میں مجھے ایسے خلا نظر آئے کہ میرے لیے اسلام کا مطالعہ ناگزیر ہو گیا۔ایک زمانے میں' میں اسلام سے متنفر تھا۔کوئی مسلمان میرا دوست نہ تھا کیونکہ اسلام سے مجھے اتنی نفرت تھی کہ اس کے پیروکاروں کے ساتھ میل جول بھی میں پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ بات میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ اسلام پر کتابیں میری کایا پلٹ کر مجھے ایک نیا انسان بنا دیں گی۔ رفتہ رفتہ میں اسلام کی تعلیمات میں اتنا منہمک ہو گیا کہ مجھے اس کا مزید تفصیلی مطالعہ کرنے میں زیادہ وقت نہ لگا۔ مجھے اسلام کے سیدھے اور پُراسراریّت سے مبرّا راستے سے محبت ہوگئی۔ یہ صاف ستھرا اور سادہ دین ہے مگر اس کے مطالعہ میں اتنی گہرائی ہے کہ جلد ہی میں یہ محسوس کرنے لگا کہ نظر نہ آنے والا انقلاب قریب آ گیا ہے اور اب ان ہونی ہو کر رہے گی۔ میں نے قرآن حکیم کی کچھ عبارات پڑھیں تو میں حیران رہ گیا کیونکہ میرا خیال تھا کہ بائبل کے پائے کی کوئی اور کتاب نہیں ہوسکتی' تاہم قرآن کے مطالعے سے مجھے معلوم ہوا کہ میں شدید غلطی میں مبتلا تھا۔ دراصل قرآنِ حکیم سچائیوں سے بھرپور ہے' اس کی تعلیمات قابلِ عمل ہیں اور یہ انتہا پسندانہ اور پُر اسرار باتوں سے پاک ہے' چنانچہ رفتہ رفتہ میں امن ومحبت کے دین کی طرف

مائل ہوتا چلا گیا' جو کہ یقیناً اسلام ہے۔ ①

[مومن عبدالرزاق-سلّیہ' سیلون (موجودہ سری لنکا)]
(Mumin Abdur-Razzaque-Selliah, Ceylon)

مجھے قرآنِ کریم میں اپنے تمام مسائل کا حل' تمام ضرورتوں کی تکمیل اور تمام شبہات کا ازالہ مل گیا

قرآنِ کریم کے مطالعے سے قبل اسلام کے بارے میں میری رائے اچھی نہ تھی۔ میں نے تجسّس کی بنا پر اس مقدس کتاب کا مطالعہ شروع کیا۔ بے دلی کے ساتھ اسے یہ سمجھ کر کھولا کہ اس میں مجھے سنگین غلطیاں' کلماتِ کفر' توہّمات اور تضادات نظر آئیں گے۔ میں متعصب تھا مگر ابھی نوجوان تھا اور میرا دل بھی پوری طرح سخت نہیں ہوا تھا۔ میں نے دل سے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک سورت کا مطالعہ شروع کیا۔ پھر دل میں شوق پیدا ہوا اور آخر کار سچ کے لیے زبردست پیاس جاگ اٹھی۔ پھر میری زندگی کا وہ اہم ترین لمحہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے نواز دیا اور مجھے توہم پرستی سے حق کی طرف' اندھیرے سے روشنی کی طرف اور عیسائیت سے اسلام کی طرف آنے کی توفیق عطا فرما دی۔ قرآن کریم کے مقدس صفحات میں مجھے اپنے تمام مسائل کا حل' تمام ضروریات کی تکمیل اور تمام شبہات کا ازالہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے زبردست قوت کے ساتھ مجھے اپنے نورِ ہدایت کی طرف کھینچا اور میں نے بخوشی اُس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اب مجھے ہر بات واضح اور بامقصد لگنے لگی۔ میں اپنے آپ کو' کائنات اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو سمجھنے لگا۔ ②

[سیف الدین ڈرک والٹر-موسگ' یو ایس اے]
(Saifuddin Dirk Walter-Mosig, U.S.A)

---

① اسلامک ریویو' اگست 1934ء' ج:22' ش:8' ص:261

② اسلام دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن' ص:133-134

ایک اللہ کا حکم مانو اور متحد ہو جاؤ

اُن آوازوں کو غور سے سنو جو آپ کو بُلا رہی ہیں۔ اگر غور سے سنو تو ایک آواز آپ سے یہ کہتی ہوئی سنائی دے گی: ''ایک اللہ کا حکم مانو اور متحد ہو جاؤ۔ تم ایک کتاب پر عمل کرتے ہو جس میں کوئی کجی نہیں' متحد ہو جاؤ کہ تم زمین کے چاروں اطراف سے ایک قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہو۔ تمہارا ایک قبلہ تمہیں مسلسل یہ یاد دلاتا ہے کہ تم ایک قوم ہو۔''①

[ایم ولیم بی بشیر پکارڈ]

(M.William B.Bashyr Pickard)

قرآنِ حکیم میں کبھی بائبل کی طرح ردوبدل ہوا نہ اسے مسخ کیا گیا' اس میں وضعی متن شامل کیا گیا نہ یہ خود ساختہ ہے

بائبل کی موجودہ شکل سے مجھے ہمیشہ دلی نفرت رہی۔ اس سے مجھے سکون مل سکا نہ تسکین اور نہ کسی قسم کی کوئی مدد مل سکی۔ جب میں بڑی ہوئی تو اس میں مجھے بہت سے تضادات' غیر معمولی قسم کی کہانیاں اور ایسے ناممکن واقعات نظر آئے کہ انسان کو اس سے مدد اور تسکین کی بجائے بیزاری اور افسوس کی کیفیت محسوس ہونے لگتی ہے۔ انجیل درجنوں مصنفین کی مشترکہ کاوش ہے۔ اس کے برعکس اسلام کی مقدس کتاب قرآن حکیم صرف ایک ہی فرد حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے ہم تک پہنچی ہے۔ اس میں کبھی کوئی ردّ و بدل یا انحراف نہیں ہوا نہ اس کے کسی کاتب نے اپنے الفاظ میں اس کا مفہوم لکھ کر متن میں شامل کیا اور موجودہ بائبل کی طرح یہ خود ساختہ بھی نہیں بلکہ حرف بہ حرف اصل نسخے کی صورت میں برقرار ہے۔ قرآنِ حکیم سے میں متاثر ہوئی۔ اسی طرح اسلام کے نظریے نے مجھے ایک شعور بخشا۔ یہ وہ چند اسباب ہیں جن کی وجہ سے میں نے اسلام قبول کیا۔ یہ ایک ایسا دین ہے جو سکون دیتا ہے' روح کو بالیدگی بخشتا ہے

① اسلامک ریویو' اگست 1932ء ج:20' ش:8' ص:246

اور سہارا دیتا ہے۔ بائبل سے میری بیزاری کی وجہ یہ ہے کہ جب سے اسے پڑھنا شروع کیا' پہلے لفظ سے لے کر آخری لفظ تک اس سے مجھے حوصلہ افزائی نصیب ہوئی نہ دل میں کوئی ولولہ پیدا ہوا اور نہ روح کو بالیدگی ملی۔ ①

[امینہ اینی سپیجٹ' انگلینڈ]

(Ameena Annie Spieget- U.K)

میرے خیال میں قرآنِ حکیم کی بائبل پر فوقیت اس کی ہمہ گیر آفاقیت کی وجہ سے ہے

بائبل پر قرآنِ حکیم کی فوقیت میرے خیال میں اس کی ہمہ گیر آفاقیت کی وجہ سے ہے جس کے مقابلے میں یہودی صحائف (تورات' زبور وغیرہ) کی تنگ نظر اور سخت گیر قوم پرستی نے آج تک یہودیوں کو ان کی قبائلی ذہنیت سے باہر نہیں آنے دیا۔ چونکہ قرآن کی ہمہ گیر آفاقیت نے ایک برتر ضابطۂ اخلاق دیا ہے لہٰذا دوسرے مذاہب اور ان کی تشکیل کردہ تہذیبوں پر اسلام حاوی ہو گیا ہے۔ ②

[مریم جمیلہ بیگم' مقیم اسلام نگر' لاہور۔ سابقہ مارگریٹ مارکس (نیویارک)]

(Maryam Jameelah Begum, formerly Margaret Marcus-New York)

قرآنِ حکیم لامتناہی دولت کا مخزن ہے

مجھے نسلی اور طبقاتی امتیازات سے پاک اس عالمگیر اسلامی اخوت' توحید الٰہی' تمام انبیاء علیہم السلام

---

① اسلامک ریویو' جون 1919ء' ج:7' ش:6' ص:206

② یہ اقتباس محترمہ مریم جمیلہ کی تصنیف "Islam; The First and Final Religion. P.137" (اسلام پہلا اور آخری دین' ص: 137) سے لیا گیا ہے۔ محترمہ جمیلہ نیویارک کے ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوئیں' انہوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودی سے خط کتابت کے ذریعے سے اسلام قبول کیا' پھر لاہور منتقل ہو گئیں اور جناب یوسف خاں سے ان کی شادی ہوئی۔ (م-ف)

کے ادب و احترام اور اسلام کے اصل معنی (سلامتی) کا علم ہوا تو یہ باتیں مجھے بھانے لگیں اور میرے دل میں اس دین کو مزید جاننے کی خواہش پیدا ہوئی جو انتہائی آسان اور وسیع الظرف ہے۔

میرے خیال میں قرآنِ حکیم لامتناہی دولت کا مخزن ہے جو انسان کی روزمرہ زندگی کے بارے میں ایسی اچھی ہدایات فراہم کرتا ہے کہ گمراہ ہونے کا ذرا سا بھی خدشہ باقی نہیں رہتا۔ اب میں پہلے سے بہت زیادہ خوش ہوں اگرچہ عقیدے کی تبدیلی کے باعث مجھے کئی آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ ①

[مس رحیمہ گرفتھس]
(Miss Rahima Griffiths)

میں جتنا قرآن پڑھتی گئی اتنا ہی مجھے یقین ہوتا گیا کہ صرف اسلام ہی سچا دین ہے

میں نے عیسائیت کا مطالعہ کیا مگر تمام رسم ورواج اور توہمات سے قطع نظر یہ مجھے مطمئن نہ کر سکی کیونکہ اس کے بنیادی اصول میرے لیے قابلِ قبول نہ تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننا' انسان کا گناہ گار پیدا ہونا اور کفارۂ مسیح کے ذریعے سے بریت جیسے نظریات میرے لیے قابلِ قبول نہ تھے' لہٰذا قدرتی طور پر میں نے اسلام کی طرف رجوع کیا۔ اسلام کے لیے ایک انوکھی سی تڑپ میرے دل میں پہلے ہی سے موجود تھی کیونکہ بچپن ہی سے میری پرورش اسلام کے ماحول میں ہوئی تھی' لہٰذا قبولِ اسلام میرے لیے اپنے گھر کو لوٹنے جیسا تجربہ تھا۔ جتنا زیادہ میں قرآنِ حکیم اور مسلمان مصنفین کی اسلام پر کتابیں پڑھتی گئی' میرے یقین میں اضافہ ہوتا گیا اور بالآخر میرا یہ ایمان ٹھہرا کہ صرف اسلام ہی واحد سچا دین ہے۔ یہ دین اُن قوموں کے لیے ہے جو غور وفکر سے کام لیتی ہیں اور زندگی کے حقائق اور سائنس کی دریافتوں سے

① اسلامک ریویو' دسمبر 1933ء' ج:21' ش:12' ص:406

بے خبر نہیں رہنا چاہتیں۔ ①

[مسز سی سعیدہ نیمیئر]

(Mrs. C.Sa'eeda Namier)

① اسلامک ریویو جنوری 1935ء ج:23 ش:1 ص:2

باب: چہارم

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں نومسلموں کے خیالات

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں نومسلموں کے خیالات

حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں مجھے اپنے تمام مسائل کا حل مل گیا

میرے لیے مسرت اور خوش نصیبی کا دوسرا نام اسلام ہے جو واحد سچا دین ہے۔ یہ وہ واحد دین ہے جسے ہر ذی فہم انسان اپنا سکتا ہے اور یہی وہ دین ہے جو مصائب میں مبتلا دنیا کو درخشاں اور روشن راہ دکھاتا ہے۔

میری خوشی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو اس کی ہر بات مجھے اپنے خیالات کے عین مطابق محسوس ہوئی اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں مجھے میرے تمام مسائل کا حل مل گیا۔ قرآنِ حکیم کی ایک ایک سورت نے مجھے حق سے آشنا کیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے اپنی رحمت سے میرا سر تسلیم خم کرنا قبول فرمالیا۔ ①

[سلیم آر ڈی گرے-فرتھ، انگلینڈ]

(Salim R. De Grey-Firth, U.K)

بالآخر میں نے حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا نبی مان لیا

بالآخر میں نے حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا نبی مان لیا۔ اوّلاً: اس لیے کہ مجھے ان سے رہنمائی کی ضرورت تھی۔ ثانیاً: یہ کہ میرے خیالات اگرچہ آزادانہ تھے مگر وہ خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات سے مطابقت رکھتے تھے۔ ان دو وجوہ کے علاوہ تیسری وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید کا کلامِ الٰہی

① اسلامک ریویو، ستمبر 1933ء، ج:21، ش:9، ص:285

ہونا اور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات مجھ پر پوری طرح منکشف ہوگئیں۔ ①

[ڈاکٹر تھامس ارونگ]
(Dr. Thomas Irving)

عظیم رسول عربی ﷺ نے مصائب اور مشکلات کا مقابلہ غیر متزلزل استقامت اور اللہ پر توکل کے ساتھ کیا

عظیم رسول عربی ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی محبت اور عقیدت کے جلو میں وصال فرمایا۔ آپ نے کفّار کی جانب سے دی گئیں تکالیف اور مصائب کا مقابلہ غیر متزلزل استقامت اور اللہ پر بھروسے کے ساتھ کیا۔ فتح مکہ کے تاریخی موقع پر آپ نے شکست خوردہ دشمنوں سے رحم و کرم کا سلوک کیا اور اپنی قوت اور خوشحالی کے عروج پر بھی سادگی' کفایت شعاری اور بڑے چھوٹے سب سے برابر رحم دلی کا مظاہرہ کیا۔ ②

[ولیم بی بشیر پکارڈ]
(William B.Bashyr Pickard)

اسلام نے رسالت کا جو تصور دیا ہے' رسالت اس سے کم و بیش نہیں

مجھے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے والی سب سے بڑی بات تصورِ رسالت ہے۔ اسلام کا تصورِ رسالت' جو میرے خیال میں اصل عبرانی روایت کے عین مطابق ہے' دوسروں سے بہت مختلف ہے۔ اسلام کے مطابق نبی کو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست کردار و اخلاق کی خوبیاں عطا ہوتی ہیں۔ ان کے باعث وہ نیکیوں کا چلتا پھرتا نمونہ بن جاتا ہے جس کی صحبت ہی بڑے بڑے گناہ گاروں کو نیک بنا دیتی ہے۔ یہ تصور ہی لغو اور فضول ہے کہ تمام

① اسلام' دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن' ص:127

② اسلامک ریویو' دسمبر 1939ء' ج:27' ش:12' ص:476

نیکیوں اور پاکیزگی کا سرچشمہ (اللہ تعالیٰ) ایک ایسے شخص سے ہم کلام ہو جو دنیا کے ایک اوسط انسان سے بھی گھٹیا کردار کا مالک ہو' جیسا کہ عہد نامۂ قدیم (تورات) میں انبیاء کے پاکیزہ کردار کو مسخ کیا گیا ہے، یا ایسا شخص پوری قوم کو اعلیٰ اخلاق اور روحانی بلندیوں تک لے جا سکتا ہو۔ قرآن مجھے یہ یقین دلاتا ہے کہ عہد نامۂ قدیم میں وہ قصے جو انبیاء علیہم السلام کو منفی انداز میں پیش کرتے ہیں وہ سب کے سب من گھڑت اور بے بنیاد ہیں۔[1]

[مادام خالدہ بُخانن ہیملٹن - صدر مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمیٰ]

(Madame Khalida Buchanan- Hamilton
President of the Muslim Society in the Great Britain)

① اسلامک ریویو' جنوری: 1937ء' ج: 25' ش: 1' ص: 68-70

باب: پنجم

اسلام کی آغوش میں

اسلام نے مجھے کیوں متاثر کیا؟

راقم السطور نومسلم ہے۔ مغربی ذہن کو سب سے زیادہ اسلام کی سادگی ہی متاثر کرتی ہے۔ ایک دو اور ایسے مذاہب بھی ہیں جن کے عقائد بہت سادہ اور سہل ہیں مگر ان میں رسول اللہ ﷺ کے دین جیسی حیات آفرینی، اخلاقی اور روحانی رفعت مفقود ہے۔

اسلام کی سادگی و پاکیزگی جذباتی یا نامعقول لوگوں کو متاثر کرتی ہے نہ ان لوگوں کو جو مذہب میں اداکاری پسند کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دوسرے مذاہب میں کشش کا سامان موجود ہے۔ ایسے لوگوں کو تسکین ایسی جگہوں اور ایسے نظاموں میں ملتی ہے جہاں رنگوں کی چکا چوند آنکھ کو، کلاسیکی موسیقی کان کو اور حد سے زیادہ سجی قربان گاہیں اور جذباتی ڈرامے دل کو تفریح مہیا کرتے ہیں کیونکہ ایسے مذاہب میں انسانی ذہن کے تقاضوں کا ذرا بھی خیال نہیں رکھا جاتا۔ ایک بڑی بات یہ ہے کہ ان مذاہب میں انسان کو مذہبی معاملات میں اپنی سوچ سے کام لینے کی اجازت قطعاً نہیں دی جاتی بلکہ ذہن کو ایک برتن سمجھا جاتا ہے جس میں چرچ کا مقررہ پادری جو کچھ ڈالنا پسند کرے وہی اس کے لیے کافی سمجھا جائے۔

نبیٔ اکرم ﷺ کا اپنے پیروکاروں کو یہ حکم ان مذاہب کے احکام سے کتنا مختلف ہے: ''علم حاصل کرو خواہ تمھیں اس کی خاطر چین بھی جانا پڑے۔''①

نبیٔ اکرم ﷺ اس بات سے آگاہ تھے کہ گناہ سے انسان کی عقل اور اس کی ذہانت پر کتنا برا اثر پڑتا ہے۔

---

① یہ حدیث نہیں بلکہ کسی بزرگ کا قول ہے۔ جہاں تک حصول علم کی فضیلت کا تعلق ہے، اس سلسلے میں یہ حدیث بیان کرنا کافی ہے: [طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ] ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' (سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، حديث: 224)

اسلام کی رواداری بھی دلوں کو متاثر کرتی ہے۔ مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کا برابر احترام کریں۔ عجیب بات یہ ہے کہ عیسائیت کے تعصب ہی نے مجھے اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ بچپن میں، میں نے ایک عیسائی تبلیغی مشن کی تقریب میں ان مبلغین کی تقریریں سنیں جو ان کے الفاظ میں ''خون کے پیاسے'' مسلمانوں میں کچھ عرصہ رہ چکے تھے۔ چند سال بعد جب خوش قسمتی سے مجھے ایک مسلمان مبلغ کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا تو میں ان کا صبر و تحمل دیکھ کر حیران ہو گیا کیونکہ وہ ایک ایسے مجمع کا سامنا کر رہے تھے جو اپنا عیسائیت کا ایک اجتماع چھوڑ کر بزعم خویش ''بے دین'' کا مذاق اڑانے اور اسے تنگ کرنے آیا تھا۔ ان صاحب کے الفاظ سے میں بہت متاثر ہوا اور میرے کٹر عیسائی نظریات پاش پاش ہو گئے۔

متعدد مواقع پر میں نے کسی عیسائی پادری سے کوئی سوال پوچھا تو یہ جواب ملا: ''میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا مگر عقیدے کے معاملے میں آپ کو ایسی باتوں پر یقین کرنا پڑے گا۔''

اسلام اس سے کتنا مختلف ہے کہ اس میں کوئی چیز سوال و جواب سے بالاتر یا جواب کے لیے ناموزوں نہیں۔ جرمن شاعر گوئٹے (Goethe) نے قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد ٹھیک ہی کہا تھا: ''اگر یہ اسلام ہے تو ہم میں سے ہر صاحبِ فکر انسان مسلمان ہے۔''

عیسائیت کے مختلف چرچ آج کے مسائل سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ صرف اسلام ہی ان مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ ظاہراً تو یہ محض دعویٰ لگتا ہے مگر ذرا سا غور کیا جائے تو اس کی صداقت ثابت ہو جاتی ہے۔

مغربی دنیا کے ذہن میں اسلام کے خلاف ایک طویل عرصے سے تعصب چلا آ رہا ہے۔ کبھی کبھی غیر متوقع ذرائع سے روشنی کی کوئی کرن آ جاتی ہے، مثلاً جب جنرل سمٹس (Smuts) [1] نے کچھ عرصہ قبل یہ تسلیم کیا کہ جہاں متحدہ عیسائی چرچ ایک آدمی کو اپنے مذہب پر لاتا ہے وہاں افریقہ میں دس آدمی اسلام قبول کرتے ہیں۔ [2]

[اے ایچ عبدالرحمٰن]
(A.H.A. Rahman)

[1] جنوبی افریقہ کے گورے وزیراعظم

[2] اسلامک ریویو، جنوری 1940ء، ج: 28، ش: 1، ص: 3,2

میری تبدیلیٔ مذہب کی وجوہات

[جناب عبدالرحمٰن سٹینلے اینین (Stanley Anyan) کا اقرار نامہ برائے قبولِ اسلام کا متن درج ذیل ہے:]

اقرار نامہ

''میں، سٹینلے اینین ساکن بروم فیلڈ، ایڈل، لیڈز (Bromfield, Adel,Leeds) ایمان داری اور خلوص کے ساتھ اپنی آزادانہ مرضی سے یہ اقرار اور اعلان کرتا ہوں کہ میں صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا بندہ اور رسول مانتا ہوں اور میں تمام انبیاء، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم کا برابر احترام کرتا ہوں اور اللہ کی مدد سے میں اسلامی طرزِ حیات پر زندگی گزاروں گا۔ [لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

[دستخط اے آر سٹینلے اینین]

میرا ایمان ہے کہ آخر کار مجھے سچا دین مل گیا ہے جو سکون اور اطمینان فراہم کرتا ہے، یعنی میں اسلام کی آغوش میں آ گیا ہوں۔

بچپن میں میری تربیت چرچ آف انگلینڈ کے تحت ہوئی تھی اور پھر دس برس کی عمر میں مجھے ایک میتھوڈسٹ سکول بھیج دیا گیا۔ وہاں سے فراغت کے بعد میں واپس چرچ آف انگلینڈ میں آ گیا جہاں مجھے اس کی باقاعدہ رکنیت مل گئی۔ تاہم کچھ عرصہ معاملات پر غور کرنے کے بعد مجھے یہ احساس ہوا کہ اس مذہب میں کوئی کمی ہے جس کی وجہ سے مجھے وہ اطمینان اور ذہنی سکون حاصل نہیں ہو رہا جس کی مجھے آرزو تھی۔ پس میں نے یہ بہتر سمجھا کہ اس مذہب کو چھوڑ کر اپنا مطلوب کہیں اور تلاش کروں۔

پھر میں نے مختلف طرز عبادت اپنانے کی کوشش کی جن میں ''کرسچن سائنس'' اور روحانیت

وغیرہ شامل تھیں، مگر مجھے وہ چیز نہ مل سکی جس کی مجھے تلاش تھی۔

پھر میں نے پبلک لائبریری کے شعبہ مذہبیّات میں اس امید پر مطالعہ شروع کیا کہ شاید مجھے میرا مقصود کسی دوسرے مذہب میں مل جائے جو میرے قصبے میں رائج نہیں ہے۔ تقریباً ہر مذہب کی کتابیں پڑھنے کے بعد بالآخر میں اسلام تک پہنچا اور جوں جوں میں پڑھتا گیا مجھے یہ یقین ہوتا گیا کہ مجھے ایسی چیز مل گئی ہے جو میری تلاش کے حساب سے سب سے زیادہ اطمینان بخش ہے۔

جب میں نے یہ طے کرلیا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو مجھے درکار ہے تو یہ احساس ہوا کہ مجھے مدد اور رہنمائی کے لیے کسی شخصیت سے رابطہ کرنا چاہیے۔ لیکن اس وقت چونکہ میں انگلینڈ میں اسلامی مشن کی موجودگی سے آگاہ نہ تھا' لہٰذا میں پریشان ہوگیا کہ اب کیا کروں۔ پھر ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ کتابوں کی ایک دکان کے پاس سے گزرتے ہوئے بیرونی الماری میں میری نظر ایک اخبار پر پڑی جو میں نے کچھ عرصہ سے نہیں پڑھا تھا۔ میں نے یونہی وہ اخبار خرید لیا۔ جب میں گھر جاکر اسے سرسری نظر سے دیکھ رہا تھا تو خط کتابت اور جوابات کے کالموں میں لفظ Mohammadanism (محمد نزم)[1] دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور آگے پڑھا تو مجھے احساس ہوا کہ کسی اور شخص نے سوال و جواب میں وہی بات لکھی ہے جو مجھے مطلوب تھی۔ اس جواب میں ووکنگ (Woking) کے مقام پر واقع مسجد کا پتا دیا ہوا تھا۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ میری مطلوبہ معلومات مجھے وہاں سے مل گئیں جہاں سے مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ مجھے یوں معلوم ہوا کہ کسی نادیدہ قوت نے میری اس تک رہنمائی کی ہے۔ میں نے وہ اشتہار دینے والے صاحب کو خط لکھا اور پھر مسجد کی انتظامیہ کے نام ایک خط بھیجا تو اس کے جواب میں مجھے کارآمد لٹریچر اور رہنمائی مل گئی جس کے لیے میں ان لوگوں کا بہت ممنون ہوں۔ اب یہ میرا کام ہے کہ ایک اچھا

---

[1] یہ مذہب اسلام کے لیے اہلِ یورپ کی گھڑی ہوئی اصطلاح ہے۔ اسی طرح وہ ''مسلمان'' کے لیے Mohammadan (محمڈن) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

اور سچا مسلمان بن کر دکھاؤں۔ ①

[اے آر سٹینلے اینین' برطانیہ]
(A.R.Stanley Anyan,U.K)

میں مسلمان کیوں ہوا؟

دین اسلام کی پاکیزگی اور سادگی' اس کے انتہا پسندانہ نظریات اور مصنوعی پاپائی عقائد سے مبرا ہونے اور اس کی نمایاں سچائی نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا۔ مسلمانوں کی دیانت داری اور خلوص کا بھی عیسائیت میں کوئی جواب نہیں۔ عام عیسائی اتوار کے دن مذہب کا لبادہ پہنتے ہیں' وہ بھی ایک معزز عادت کے طور پر۔ اتوار گزر جائے تو ہفتہ بھر کے لیے مذہب کو سردخانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے ہاں دنوں کا کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ مسلمان ہمیشہ اس سوچ میں رہتا ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے وہ کیا کچھ کر سکتا ہے؟ اسلام کا ایک اور حسین پہلو مساوات ہے۔ جس طرح اسلام نے انسانوں کو مساوی درجہ دیا ہے' کوئی دوسرا مذہب ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ دین اسلام وحدت پیدا کرتا ہے۔ میں نے خود اہل ایمان کو نماز پڑھتے اور عبادت کرتے دیکھا ہے۔ وہ صرف ایک امام کی اقتدا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ رکوع و سجود کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے اسلام قبول کیا۔ ایک اور خوش آیند بات یہ ہے کہ اسلامی احکام میں مقام اور مرتبہ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ بادشاہ بھی فقیر کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں دین اسلام سب سے صاف ستھرا دین ہے کیونکہ مسلمانوں کو دن میں پانچ دفعہ وضو کر کے پاک صاف ہونا پڑتا ہے جس کی دنیا کے کسی اور مذہب میں مثال نہیں ملتی۔ ②

[اے ڈبلیو ایل فان کوئکن برگ' المعروف ایم اے رحمٰن]
(A.W.L.Van Kuylenburg, Known as M.A.Rahman)

① اسلامک ریویو' اپریل 1936ء' ج:24' ش:4' ص:140,139

② اسلامک ریویو' فروری 1941ء' ج:29' ش:2' ص:50

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

میں ایک ایسے راجپوت گھرانے میں پیدا ہوا جو ہندومت کے دیوی دیوتاؤں پر پختہ ایمان رکھتا تھا۔ بچپن ہی سے مجھے مجبوراً مندروں میں جا کر ان دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرنا پڑی' تاہم میرے ضمیر نے مجھے یہ احساس شدت سے دلانا شروع کیا کہ یہ دیوی یا دیوتا وہ اصل خدا نہیں جو کچھ دے یا لے سکے۔ مگر مجھ میں اپنے والدین کے خلاف بغاوت کی ہمت نہ تھی جو کہ ان دیوی دیوتاؤں پر کامل ایمان رکھتے تھے۔

میری امی جو بعض دیویوں کے زیر اثر تھیں اور اب بھی ہیں' اپنے گھر کے مندر کے سامنے دن رات بیٹھ کر عبادت کرتیں کیونکہ دیویوں سے انہیں جنون کی حد تک عقیدت تھی۔ بچپن ہی سے میں مبیّنہ طور پر دیویوں کے زیر اثر عورتوں کا ناچنا پسند نہیں کرتا تھا۔

ایک مسلمان کنبہ ہمارا قریبی ہمسایہ تھا۔ ہمارے درمیان تعلق پیدا ہو گیا اور میں ان کے گھر جانے لگا اور کبھی کبھی نماز کے وقت ان کے ہاں جا پہنچتا۔ ان کی نماز کے طریقے اور انداز سے میں متاثر ہوا۔ یہ انداز میں نے کسی اور مذہب میں نہیں دیکھا تھا۔

آہستہ آہستہ میری مسلمانوں سے دوستی ہونے لگی اور میں ان کے پاس رہنے لگا۔ مختصر یہ کہ گیارھویں کلاس میں پہنچا تو میرے اردگرد کے تمام دوست مسلمان تھے۔ مسلمان ہونے کا جذبہ میرے دل میں روز بہ روز پروان چڑھتا گیا۔

کالج سے چھٹی کے بعد میں نے کوئی جزوقتی ملازمت تلاش کرنے کا فیصلہ کیا اور مجھے سٹینوگرافر (مختصر نویس) کی ملازمت مل گئی۔ رفتہ رفتہ میں نے اپنے افسر سے اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کیا تو انھوں نے مجھے یہ یقین دلایا کہ ہندومت ہی دنیا کا سب سے قدیم اور سچا مذہب ہے اور کوئی دوسرا مذہب اس سے بہتر نہیں۔ اس طرح وہ 3 سال تک یعنی مارچ 1984ء تک مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ میرے والدین نے ایک حسین راجپوت لڑکی سے میری منگنی بھی کر دی۔ ادھر کالج میں ہر طرح کی برائیوں نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا۔

❀ مشکلات: سینٹ ونسنٹ (St.Vincent) کالج میں میری شہرت دن بہ دن خراب ہونے لگی اور مجھے یقین ہوگیا کہ تیسرے اور آخری سال میں مجھے داخلہ نہیں دیا جائے گا اور بالآخر ایسے ہی ہوا۔ سال دوم کے بعد پرنسپل نے مجھے داخلہ دینے سے انکار کردیا اور مجھ سے کہا کہ کسی اور کالج میں چلے جاؤ جو کہ میرے لیے ناممکن تھا کیونکہ کوئی بھی کالج آخری برسوں میں کسی طالب علم کو داخلہ نہیں دیتا تھا۔

میں نے ہندو دیوی دیوتاؤں سے دعائیں کرنا شروع کیں مگر وقت گزرتا گیا اور میرا کام نہ ہوا۔ تین ماہ اسی طرح گزر گئے اور پرنسپل صاحب مجھے داخلہ دینے سے برابر انکار کرتے رہے۔

میری تمام امیدیں ختم ہوگئیں تو امید کی ایک نئی کرن نمودار ہوئی۔ یہ امید تھی اللہ سے جسے میں پہلے پہچانتا نہ تھا اور جو مجسم یا پیکرِ محسوس ہونے سے ماورا ہے۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ اگر مجھے اس کالج میں داخلہ مل جائے تو میں شادی کے بعد مسلمان ہوجاؤں گا۔ حیرت انگیز بات تو یہ تھی کہ جو کام تین ماہ میں نہ ہوسکا وہ دو دن میں ہوگیا اور میرا اللہ پر ایمان اور پختہ ہوگیا۔

پھر مجھے اسلام کے لیے شادی تک انتظار نہ کرنا پڑا۔ میں نے اپنی ہندو منگیتر سے کہا کہ کیا وہ قبول اسلام کے بعد بھی مجھ سے شادی کرنے کو تیار ہوگی۔ اس نے طرح طرح کے جذباتی الفاظ میں مجھے یقین دلایا کہ شادی کے بعد وہ بھی اسلام قبول کرلے گی۔ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں نے والدین سے مشورہ نہیں کیا۔

بالآخر 2 نومبر 1985ء کو میں کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور مہاراشٹر ہیرالڈ (Maharashtra Herald) نامی جریدے میں اپنے قبول اسلام کا اعلان شائع کرادیا۔ پھر تو میرے لیے مصائب شروع ہوگئے۔ پہلے میرے والدین نے گھر میں میری زندگی عذاب بنادی اور میری منگنی ٹوٹ گئی۔ میری منگیتر کے الفاظ نقش بر آب ثابت ہوئے اور اس کی مجھ سے دلچسپی ختم ہوگئی۔

اس دوران میں میرے والد نے فاطمہ نگر میں ایک فلیٹ بک کرالیا تھا اور یکم جنوری 1985ء سے میرا خاندان وہاں منتقل ہوگیا اور مجھے اس نازک عمر میں دنیا کے حوادث و آلام کا سامنا

کرنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا۔ معاشرے اور غیر مسلموں نے میری بہت مخالفت کی۔ مگر جب کسی آدمی کے دل میں ایمان جگہ پالے تو وہ اس دنیاوی مکروفریب کی بجائے صرف اللہ ہی سے ڈرتا ہے۔

✿ **اسلام کا مطالعہ:** میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا اور پہلی ہی نظر میں اس کے دلکش حسن اور قرآن کے علمی خزانے نے مجھے مسحور کر دیا۔ میں محسوس کرنے لگا کہ مجھے بہترین علم حاصل ہو رہا ہے اور وہ قرآن کا علم ہے۔

صورت حال بدل گئی تھی۔ اب میں ہر طرح کی برائیوں سے پاک ہو چکا تھا۔ کلیتًا حدیث پاک کو مدنظر رکھ کر میں نے صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی بسر کرنا سیکھ لیا۔ ختنے کی ضرورت ہی نہ پڑی کیونکہ وہ قدرتی طور پر بچپن سے موجود تھا۔ شاید قدرت نے پہلے ہی میرے قبول اسلام کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسلام کی دولت کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں والدین' بہن بھائیوں اور اپنے معاشرے کو چھوڑنا پڑتا ہے لیکن پیدائشی مسلمانوں کو اسلام کی دولت کسی محنت' مشقت یا تکلیف کے بغیر ہی مل جاتی ہے۔

اسلام وہ واحد مذہب ہے جو نہایت دلکش طریقے سے زندگی میں انقلاب لاتا ہے۔ میں نسلی مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اسلام پیدائشی طور پر نصیب ہوا مگر میں نے اپنی پسند سے اسے اختیار کیا۔ میرے اور آپ کے درمیان یہی ایک فرق ہے' جو بہت بڑا امتیاز ہے۔

اب میرا نام عبدالعلیم خان ہے اور میں اپنی ضعیف العمر دادی اماں کے ساتھ 10-این پی ایس لائنز' ایسٹ سٹریٹ' اولڈ پول گیٹ' پونا- 001 411 میں رہتا ہوں اور حق کو پاکر بہت اطمینان کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ میرا سابق نام منوج چندر پال پردیشی تھا۔

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے ایمان کو توانا کر دے اور انہیں پاکیزہ اور نیک زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین [1]

[عبدالعلیم خان]

---

① یقین انٹرنیشنل' 7 مئی 1986ء ج:35' ش:1 ص:11,10

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ اس سوال کا میرا واحد معقول جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے عظیم ترین سچائی کو قبول کرنے اور دنیا کی سب سے بڑی حقیقت کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔ بہر حال میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ انسانی فطرت اور مزاج کچھ حقائق کو اطمینان بخش ثبوت اور ٹھوس دلائل کے بغیر قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ انسانی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرا یہ جواب ان لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکے گا جو سچ کی تلاش پر آمادہ اور مائل نہیں اور نہ وہ لوگ اس سے مطمئن ہوں گے جن پر حق کا نور منکشف نہیں ہوا' لہٰذا میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ چند وجوہ اور اسباب یہاں بیان کر دوں جن کی بنا پر میں نے اسلام قبول کیا اور اس پر قائم ہوں۔ یورپی معاشرے میں رہ کر میں اس امر پر مسرت کا اظہار کرتا ہوں کہ یہاں کے لوگ محض معاشی' سیاسی یا سماجی ترغیبات کے باعث اپنا مذہب ترک نہیں کرتے اور نہ اس وقت تک کوئی دوسرا مذہب تبدیل کرتے ہیں جب تک کہ وہ ایک طاقتور محرک اور مؤثر عامل بن کر ان کے دل کو روحانی سکون فراہم نہ کرے۔ بصورت دیگر وہ اپنے کفر وارتداد ہی پر قناعت کرتے ہیں۔

اگر انسان غور کرے تو اس نتیجے پر پہنچے گا کہ میرا یا یورپی معاشرے کے کسی اور فرد کا قبولِ اسلام مالی فوائد یا سماجی مفادات حاصل کرنے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ معاملہ اس کے تقریباً برعکس ہے۔ پہلی بات یہ کہ ہم یورپی اقوام کے لوگ مذہبی معاملات کو اتنی اہمیت نہیں دیتے' تاہم اگر یورپی معاشرے میں کوئی فرد ایسا ہو جو مذہب کا خیال رکھتا ہو تو اس کا مقصد سوائے اللہ کی تلاش کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے اسلام میں میری اپنی دلچسپی بھی سچ کی تلاش اور فکر کی اصلاح کی خاطر تھی۔

تلاشِ حق کی خواہش میرے دل میں اس وقت پیدا ہوئی جب میں نے دیکھا کہ عیسائیت کے بنیادی عقائد کے حوالے سے کئی شکوک اور بدگمانیاں میرے دل و دماغ میں پیدا ہو رہی

ہیں۔ جبکہ عیسائیت ان شکوک اور بدگمانیوں کے ازالے کے لیے ناکافی ثابت ہورہی ہے اور عیسائیت کا زور اس بات پر ہے کہ اس کے تمام نظریات کو کسی ثبوت اور دلیل کے بغیر مان لیا جائے۔

مثال کے طور پر میرا ذہن اس عیسائی عقیدے کو ماننے پر آمادہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا بھر کی انسانیت کے گناہ کا کفارہ بنا کر بھیجا۔ یہ بات بھی مجھے اچھی نہ لگی کہ تمام نوع انسانی مختلف قسم کے گناہوں میں لتھڑی ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے سے اللہ کے بندوں کے سارے گناہ معاف ہوگئے۔ میں یہ بھی محسوس کرتا تھا کہ اپنے بندوں کو بچانے کی تمام تر قدرت اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور وہی ان کو گناہوں اور جرائم سے روک سکتا ہے۔ مجھے یہ بھی محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے گناہوں کو معاف کرسکتا ہے۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنے بندوں کے گناہوں کا کفارہ بنانے کا نظریہ اللہ تعالیٰ پر (نعوذ باللہ) غلطی اور ناانصافی کے الزام دھرنے کے مترادف ہے۔ دوسری طرف انسان کو گویا کسی رکاوٹ اور جھجک کے بغیر گناہوں اور جرائم کرنے کی آزادی دی گئی ہے۔ جب کبھی میں نے ان شبہات کا کسی عیسائی عالم یا پادری کے سامنے اظہار کیا تو اس نے مجھے یہ ہدایت کی کہ ان شبہات کو ذہن سے نکال دو اور مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ میں عیسائیت کے ان نظریات وعقائد کو بغیر کسی شرط یا شک وشبہ کے قبول کرلوں۔ انہوں نے مجھ پر بہت دباؤ ڈالا کہ ان کے ناکافی دلائل پر اعتراض نہ کروں تاکہ یہ شکوک وشبہات میرے ذہن میں مزید پرورش نہ پاسکیں۔ سچ معلوم کرنے کی خواہش ہر لحہ اس قدر بڑھ رہی تھی کہ میں تمام عقائد اور شریعتِ الٰہی سے منکر ہونے کے نازک موڑ پر آپہنچا۔

ان دنوں مجھے ایک قابل اور باعمل مسلمان سے واسطہ پڑا جو یورپی تہذیب وتمدن کی زرق برق زندگی کے زیرِ سایہ ہونے کے باوجود خود کو مسلمان کہنے پر فخر کرتا تھا۔ اس شخص کا یہ دعویٰ تھا کہ اسلام کی برکت سے اسے دل ودماغ کا سکون میسر ہے اور دوسری طرف میرے دل میں مذہب سے نفرت اور بیزاری جڑ پکڑ چکی تھی۔ اس شخص کے اس دعوے پر مجھے حیرت ہوئی اور

میں سوچوں کے سمندر میں ڈوب گیا کہ کیا کوئی ایسا مذہب بھی ہے جو اپنے پیروکاروں کو دل کا اطمینان اور دماغ کا سکون فراہم کرسکتا ہے۔ اس خیال نے مجھے اسلام اور اس کے قواعد وضوابط کے بارے میں معلومات حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔ اپنے مطالعہ کی بنا پر میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا ابدی دین ہے جو اپنے چاہنے والوں کے دلوں کو مسرت بخشتا ہے اور یہ تمام معاملات و مشکلات میں ان کی مدد کرتا ہے اور دوسرے مذاہب کی تعلیمات و عقائد (پروپیگنڈہ) سے پیدا ہونے والے تمام شکوک وشبہات کو زائل کرتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات میں سے سب سے اہم بات جس نے میرے دل کو متاثر کیا یہ ہے کہ اسلام بغیر غور وفکر کے انسان کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ اس کو گہرے غور وفکر اور قبولِ اسلام سے پہلے ہر اسلامی عقیدے کو عقل وفہم کی کسوٹی پر پرکھنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ عدل کا سرچشمہ ہے اس لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی ایک انسان کو تمام انسانیت کے گناہوں کا کفارہ بنا دے۔ اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ تمام اعلیٰ صفات کا مالک ہے اور ہر طرح کے نقائص اور کوتاہیوں سے پاک ہے' اس لیے اسلام اس بات پر مصر ہے کہ یہ بات عقل اور تصور سے ماورا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزادی دی ہو کہ وہ گناہ کرتا رہے اور ان کا کفارہ ادا ہوتا رہے گا۔

اسلام کی ان ابدی تعلیمات نے مذہب اور مذہبی قواعد وضوابط سے نفرت میرے ذہن سے مٹا دی اور مجھے اس نتیجے پر پہنچایا کہ مذہب ایک مستقل اور خود مختار ضابطۂ قوانین ہے جو انسان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کی خوشحالی' دائمی عزت اور لامحدود فتح ونصرت کی ضمانت دیتا ہے۔

اس نازک مرحلے پر میں نے ایک طرف تو اسلام کا گہرا تجزیاتی مطالعہ کیا' دوسری طرف میں نے اپنی توجہ اس سوال پر مرکوز رکھی کہ نت نئے مسائل کو جنم دینے والی آج کی دنیا میں اسلام کس طرح اپنے ماننے والوں کو ذہنی سکون اور قلبی اطمینان فراہم کرتا ہے۔ پس جب دونوں جانب سے مجھے اطمینان ہو گیا تو میں نے اسلام قبول کرلیا۔

جگہ کی کمی کے باعث ان تمام تاثرات اور جذبات کا اظہار یہاں ممکن نہیں جو اس مطالعے

سے میرے دل و دماغ پر مرتب ہوئے' تاہم یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ اسلام سے مجھے کون کون سے سبق حاصل ہوئے۔ ایک بات یہ ہے کہ اسلام تمام انسانیت کی رہنمائی مقصدِ تخلیق کی جانب کرتا ہے اور ان بلند پایہ مقاصد کے حصول کی راہ دکھاتا ہے جن کے لیے انسان کو تخلیق کیا گیا۔ اسلام انسانی معاشرے کو امن و امان کا پیغام دیتا ہے۔ مساوات و اخوت کا رشتہ قائم کرتا ہے اور رنگ' نسل اور قومیت کے تمام اختلافات اور تنازعات کو ختم کرتا ہے۔ یہ انسانوں کو سماجی اور معاشی استحصال اور تمام امتیازات سے نجات دلاتا ہے اور انہیں صاف سیدھے راستے پر چلنے کی صحیح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اسلام صرف زندگی کے ٹھہراؤ اور زوال ہی کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ یہ تمام بنی نوع انسان کو ترقی اور پیش رفت کی طرف بھی بلاتا ہے۔ یہ فرد کو روپیہ اور دولت کما کر صنعتی اور تجارتی ترقی کی اجازت دیتا ہے۔ یہ اُجرت اور انعامات وصول کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ یہ سب قانونی اور جائز طریقے سے حاصل کردہ ہوں۔ پس اسلام ایک مکمل اور جامع انقلاب ہے۔ یہ انقلاب اور کمال کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو پوری انسانیت کو صحیح سمت میں راستہ دکھاتا ہے جس پر انسان اپنے آپ کو بین الاقوامی معاشرے کا فرد سمجھتا ہے۔ اسے فرائض کی سمجھ نصیب ہوتی ہے اور زندگی کے تقاضوں پر پورا اترنے کی جستجو کرتا ہے۔

دس سال قبل جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے گمراہ' پریشان اور باغی ذہن کو سکون اور آرام نصیب ہوا۔ اللہ کی حمد و تسبیح اور شکر ہے کہ میں اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ ①

[ڈاکٹر عبدالکریم ہربرٹ]

(Dr.Abdul Karim Herbert)

اسلام نے مجھے کیونکر متاثر کیا؟

سر عبداللہ آرچیبالڈ ہیملٹن بیرونیٹ (Archibald Hamilton Baronet) سابق سر

① یقین انٹرنیشنل: 22 جون 1983ء ج: 32' ش: 14' ص: 39,38

چارلس ایڈورڈ آرچیبالڈ واٹکنز ہیملٹن (Sir Charles Edward Archibald Watkins Hamilton) پہلے بیرونیٹ (چھوٹے درجے کے نواب 1776ء) کے پانچویں جانشین اور دوسرے بیرونیٹ (1819ء) کے تیسرے جانشین تھے۔ انہیں یہ نوابی 1915ء میں ان کے والد سر چارلس ایڈورڈ ہیملٹن (Sir Charles Edward Hamilton) کی وفات کے بعد ورثے میں ملی۔ آپ 10 دسمبر 1876ء کو پیدا ہوئے۔ اگست 1914ء وہ فوج کی رائل ڈیفنس کور (Royal Defence corps) میں بطور لیفٹیننٹ بھرتی ہوئے اور ریکروٹنگ آفیسر رہے۔ اس کے علاوہ آپ فوج میں قابل ذکر عہدوں پر رہے اور بالآخر سیلسے کی کنزرویٹو ایسوسی ایشن (Selsey Conservative Association) کے صدر بنے۔

آپ نے 1897ء میں ریئر ایڈمرل سر ایڈولفس فٹز جارج کے سی وی او (Sir Adolphus Fitzgeorge K.C.V.O) کی اکلوتی صاحبزادی اور فیلڈ مارشل ایچ آر ایچ بعد میں ڈیوک آف کیمبرج (Duke of Cambridge) کی نواسی اور ملکہ وکٹوریہ کی حقیقی چچازاد سے پہلی شادی کی اور دوسری شادی 1906ء میں وڈ فورڈ ہرٹ فورڈ شائر (Widford Hertfordshire) کے جارج چائلڈ کی اکلوتی بیٹی الگوسٹا مارجری بلینچ (Algosta Marjorie Blanch) سے کی۔ پہلی بیوی سے آپ کا ایک بیٹا جارج ایڈورڈ آرچی بالڈ آگسٹس فٹز جارج (George Edward Archibald Augustus Fitzgeorge) 1898ء میں پیدا ہوا جس کے بپتسمہ کی رسم کی سرپرستی بعد میں بادشاہ جارج (George) اور ملکہ میری (Mary) نے کی اور بنفس نفیس اس رسم میں شرکت بھی کی۔ یہ صاحبزادہ 1918ء میں گرینیڈیئر گارڈز (Grenadier Guards) میں لیفٹیننٹ کی حیثیت سے فلانڈرس (Flanders) کے مقام پر جنگ میں مارا گیا۔

1927ء میں دوسری بیوی کی وفات پر سر آرچیبالڈ نے تیسری شادی کی۔ سر آرچیبالڈ ولیم ہیملٹن (William Hamilton) کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ کینٹ کے چھ درخواست گزاروں میں آپ شامل تھے۔ ڈونالاون (Donalon) کے سر جیمز ہیملٹن (Sir James Hamilton) کے بھائی تھے اور براہ راست ڈیوک آف ایبرکارن (Duke of Abercorn) اور پیزلے (Paisley) کے بیرن ہیملٹن (Baron Hamilton) کی نسل سے تھے جس نے سکاٹ لینڈ کے شاہ جیمز دوم کی صاحبزادی میری سے شادی کی تھی۔

سر عبداللہ نے 20 ستمبر 1923ء کو اسلام قبول کیا اور ہمیشہ دین اسلام کے پر جوش مبلغ رہے۔
17 مارچ 1939ء کو جمعہ کی رات حرکت قلب بند ہونے سے جاں بحق ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر 62 برس تھی۔ آپ کو بروک وُڈ (Brookwood) کے مسلم قبرستان میں دفن کیا گیا۔
آپ کی قبر اسلام کے ایک اور بزرگ اور توانا مبلغ (بعد میں الحاج) لارڈ ہیڈ لے الفاروق (Lord Headley Al-Farooq) کے ساتھ ہے۔ زندگی میں یہ دونوں بزرگ آپس میں گہرے دوست تھے۔ بعد میں آپ کی زوجہ لیڈی ہیملٹن (Lady Hamilton) نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔
سر آرچیبالڈ ہیملٹن سسیکس (Sussex) کے معروف جاگیردار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اسلام قبول کر کے وہ دوسرے صاحب منصب انگریز شمار ہوئے جنہوں نے نبیٔ اکرم ﷺ کے دین کی خاطر عیسائیت کو چھوڑ دیا۔
درج ذیل مضمون میں، جو خصوصاً جریدہ "The People" کیلئے لکھا گیا تھا، سر آرچیبالڈ نے مذہب اسلام کو اختیار کرنے کے اسباب تفصیل سے اور بے تکلفانہ انداز میں بیان کیے ہیں۔[1] (مدیر)

شعور کی عمر کو پہنچنے کے بعد اسلام کے حسن اور سادہ پاکیزگی نے ہمیشہ مجھے متاثر کیے رکھا۔ اگرچہ میں عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا اور اسی ماحول میں تربیت پائی مگر میں کلیسا کے پیچیدہ فلسفے کو قبول نہ کر سکا اور میں نے عیسائیت پر اندھا دھند ایمان رکھنے کے بجائے عقل و بصیرت کو ہمیشہ ترجیح دی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے خالق سے اپنا تعلق درست کرنے کی خواہش میرے دل میں پروان چڑھنے لگی اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ روم اور انگلینڈ کے چرچ میرے کسی کام نہیں آ سکتے۔ اسلام قبول کر کے میں نے صرف اپنے ضمیر کا کہا مانا ہے اور تب سے میں اپنے آپ کو ایک بہتر اور زیادہ سچا انسان پاتا ہوں۔

کوئی دوسرا دین اوروں کے جاہلانہ تعصب اور تنگ نظری کا اس قدر نشانہ نہیں بنا جتنا کہ اسلام بنا رہا ہے۔ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ دین سوشلزم کے مسئلے کا واحد سچا حل ہے کیونکہ یہ طاقتوروں کا مذہب ہے جو کمزوروں کا ساتھ دیتے ہیں اور امیروں کا مذہب ہے جو غریبوں کا

② اسلامک ریویو، فروری 1924ء، ج:12، ش:2، ص:51,49

سہارا بنتے ہیں (تو یقیناً لوگ سوشلزم کے بجائے اسی دین کو قبول کرلیں گے۔)

انسانیت کو تین طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اول: وہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جائداد اور دولت سے نوازا ہے۔ دوم: وہ لوگ جنہیں اپنی روزی خود کمانا پڑتی ہے اور سوم: وہ لاتعداد لوگ جو بے روزگار یا کسی اور وجہ سے اپنی خطا کے بغیر پسماندگی کا شکار ہیں۔

ذہنی تناؤ اور مقابلے کی فضا کے اس پرآشوب دور میں جہاں ہر آدمی بہت زیادہ دباؤ کے تحت زندہ رہتا ہے اور کام کرتا ہے ہمیں اس زمانے میں ایک ایسا حل تلاش کرنا چاہیے جو ان تینوں طبقوں کی مشکلات دور کر سکے۔ نبیٔ کریم ﷺ وحی کے ذریعے سے قرآن کریم میں' جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے' ہمیں بتاتے ہیں کہ جو لوگ صاحب حیثیت ہیں انہیں چاہیے کہ اپنی سالانہ آمدنی کا ڈھائی فیصد ان لوگوں کو دیں جو حاجت مند ہیں۔ (اس آخری کتاب کے ساتھ ساتھ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نسل اور ہر علاقے کے لیے حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی طرح انبیاء علیہم السلام بھیجے اور تمام انبیاء کے پاس صحیفوں کی خالص شکل میں اللہ تعالیٰ ہی کے ارشادات تھے۔)

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی حکم ہے کہ پیشہ ور گداگروں کی حوصلہ افزائی نہ کریں بلکہ صرف ان پر خرچ کریں جو صحیح معنوں میں حاجت مند ہوں اور جنہیں کسبِ معاش کے لیے بنیادی سہارا درکار ہو۔

جب میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام ایک سوشلسٹ نظریہ ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ آج کے سوشلسٹ نظریات جیسا ہے جن سے ہم مغرب میں متعارف ہیں کیونکہ ہم مسلمانوں کو تو ہر جمعہ کے خطبے میں حاکمِ وقت کی اطاعت کا حکم یاد دلایا جاتا ہے' خواہ وہ کوئی بھی ہو (یہ حکم بعض شرائط کے تحت ہے) اور بغاوت کو گناہ قرار دیا جاتا ہے۔ جب ہم کسی ظالم حکمران کے زیر اقتدار امن سے نہ رہ سکیں تو اس صورت میں ہجرت کا حکم ہے۔

پھر اسلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ صلاحیت و قابلیت اور انفرادیت کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ دین تخریبی نہیں بلکہ تعمیری ہے' مثلاً اگر ایک امیر زمیندار اپنی زمین کو کاشت کرنے کی ضرورت

محسوس نہ کرے اور کچھ عرصہ تک اسے کاشت نہ کرے تو وہ زمین خود بخود سرکاری ملکیت بن جاتی ہے اور اسلامی طریقے کے مطابق اس آدمی کو ملتی ہے جو اسے کاشت کرے۔ اسلام اہل ایمان کو جوا اور اس طرح کے ہر کھیل سے منع فرماتا ہے۔ یہ شراب کی تمام اقسام اور سود خوری کو بھی ممنوع قرار دیتا ہے جو کہ بذات خود انسانیت کے لیے بہت زیادہ تکلیف دہ اور مصیبت کا باعث ہے۔ اس طرح اسلام میں کوئی آدمی کسی غریب یا کمزور سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

ہمیں نظریہ جبر پر یقین نہیں ہے بلکہ ہم تقدیر پر یقین رکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے قوانین معین ہیں اور ان پر عمل کرنے کے لیے عقل ایک قندیل کا کام دیتی ہے۔ ہمارے نزدیک عمل کے بغیر ایمان ناقص ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم اپنے ذاتی اعمال کے متعلق دنیا اور آخرت دونوں میں جواب دہ ہیں۔

خواتین کی مساوات کا مسئلہ: اسلام ہمیں یہ بتاتا ہے کہ فطری اور موروثی طور پر بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے اور مرد و عورت کی اصل ایک ہے۔ ان کی روح بھی ایک ہے (اور انہیں قدرت نے دنیوی امور میں اگرچہ ایک دوسرے سے مختلف صلاحیتیں عطا کی ہیں لیکن) جہاں تک علمی فضائل اور اخلاقی و روحانی مدارج حاصل کرنے کا تعلق ہے' اس میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق ہے نہ اسلام نے اس معاملے میں امتیاز برتا ہے۔ دونوں زیادہ سے زیادہ علمی' روحانی اور اخلاقی مدارج حاصل کر سکتے ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ اخوت اسلامی کے بارے میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت ابھی باقی ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ آقا اور غلام' امیر اور غریب سب برابر ہیں۔ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ میرے مسلمان بھائی اس قدر صادق اور دیانتدار ہیں کہ میں ان کی بات پر یقین کر سکتا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے ہمیشہ بحیثیت انسان اور بحیثیت بھائی منصفانہ سلوک کیا ہے اور میری مہمان نوازی کی ہے اور میں ان میں رہ کر خود کو اپنوں میں محسوس کرتا ہوں۔

آخر میں، میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جہاں اسلام انسانیت کو روزمرہ زندگی کے بارے میں مکمل رہنمائی دیتا ہے وہاں آج کی نام نہاد عیسائیت نظریاتی اور عملی طور پر اپنے پیروکاروں کو اتوار کے

روز اللہ کی عبادت اور ہفتے کے بقیہ دنوں میں انسانیت کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی تلقین کرتی ہے۔

[سر عبداللہ آرچیبالڈ ہیملٹن، بیرونیٹ]

(Sir Abdullah Archibald Hamilton, Bart.)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

سچائی سے محبت کا تقاضا ہے کہ میں عوام الناس کو یہ بتادوں کہ میں نے میتھوڈسٹ عقیدے سے اپنی پرجوش وابستگی ترک کر کے اسلام کیوں قبول کیا؟

میں میتھوڈسٹ عقیدے کے پیروکار پرجوش خاندان میں پیدا ہوا۔ کم سنی ہی میں، میں یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ (United Methodist Church) کا فعال رکن بن گیا اور یہ طے کرلیا کہ ان ''لادین، درندہ صفت اور خون خوار لوگوں کو جنہیں عرف عام میں مسلمان کہا جاتا ہے'' (جیسا کہ سکولوں میں ہمیں پڑھایا گیا تھا) اپنی تبلیغ سے عیسائیت کی آغوش میں لاؤں گا۔

میں اپنے عقیدے سے متعلق ہر تحریک میں شمولیت کا شوقین تھا، یہاں تک کہ میں انجیل کی آیات حفظ کرنے میں مدد لینے کے لیے اپنے رشتہ داروں کے روزمرہ کے کام میں بھی مخل ہوتا رہا۔ بیک وقت سنڈے سکول (Sunday School) کی تربیت، بائبل کی تعلیم بذریعہ مراسلت اور بائبل اور عیسائیت سے متعلق ہر امر میں گہری دلچسپی کے باعث مجھے بائبل کے مفاہیم پر غور کرنے کا موقع ملا تو میرا عیسائیت پر ایمان بالعموم اور یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ پر ایمان بالخصوص، بائبل کے تضادات، خامیوں غیر منطقی عقائد اور چرچ کے کافرانہ اعمال وعقائد کے باعث متزلزل ہونے لگا۔ مجھے یہ پتہ چلا کہ میں ایک ایسے کافرانہ مذہب پر عمل پیرا ہوں جسے سالہا سال سے عیسائیت سمجھا جا رہا ہے۔

✿ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُلوہیت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بآواز بلند پکار کر کہا ''اے میرے اللہ! اے میرے اللہ! تو نے مجھے تنہا کیوں چھوڑ دیا؟'' (انجیل مرقس: 15/34)

✿ اللہ کا بیٹا ہونے کا عقیدہ: یہ ایک اور عیسائی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ)

اللہ تعالیٰ کے بیٹے یا اکلوتے پیدا کیے گئے بیٹے تھے۔

یہ نظریہ بھی حضرت عیسیٰ کی تعلیمات و اقوال سے متصادم ہے۔ بائبل میں ابن اللہ کئی دیگر انبیاء کو بھی کہا گیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اللہ کا بیٹا کہا گیا ہے:

''وہ میرے نام کی خاطر ایک گھر بنائے گا اور وہ میرا بیٹا ہوگا' میں اس کا باپ ہوں گا اور میں اسرائیل پر اس کی سلطنت ہمیشہ کے لیے قائم کردوں گا۔'' (1 خطوط: 22/10)

اسرائیل کو بھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا گیا ہے:

''اور تو فرعون سے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ''اسرائیل میرا بیٹا ہے بلکہ میرا پہلا بیٹا ہے۔'' (خروج: 22/4)

اور ثالثوں (صُلح جو انسانوں) کو بھی اللہ کا بیٹا کہا گیا ہے:

''ثالثوں پر اللہ کی رحمت کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے بچے کہا جائے گا۔''

(انجیل متی: 9/5)

''میں یہ حکم جاری کروں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کہتا ہے: ''تو میرا بیٹا ہے جسے میں نے آج پیدا کیا۔'' (زبور: 7/2)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درج ذیل اقوال سے یہ مزید ثابت ہو جائے گا کہ آپ صرف مجازی طور پر خود کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا کرتے تھے:

''عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں جواب دیا: کیا تمہارے قانون میں یہ لکھا ہوا نہیں ہے کہ میں نے کہا: ''تم لوگ خدا ہو؟''

اگر عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کو خدا کہتے ہیں تو خدا کا پیغام کس پر نازل ہوا؟ اور اللہ کے صحیفے میں ردو بدل ناممکن ہے:

''اس کے بارے میں کہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مقدس بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ تم کفر بکتے ہو کیونکہ میں نے یہ کہا تھا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں۔'' (انجیل یوحنا: 10/34-36)

بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل کی کئی آیات میں خود کو انسان کا بیٹا کہا ہے۔ مثلاً:

''جب وہ گلیل میں رہتے تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا انسان کے بیٹے کو انسانوں کے ہاتھوں سے فریب دیا جائے گا۔'' (انجیل متی: 22/17)

''کیونکہ انسان کا بیٹا انسان کی طرح ایک لمبے سفر پر نکلا ہے۔ اس نے اپنا گھر چھوڑ دیا۔ اپنے اختیارات اور تصرف نوکروں کو دے دیے اور ہر آدمی کو اس کا کام کرنے کی اجازت دے دی اور چوکیدار کو حکم دیا کہ تو گھر کی نگرانی کرنا۔''

(انجیل مرقس: 34/13)

''اللہ کی رحمت ہو تم لوگوں پر جب لوگ تم سے انسان کے بیٹے کی خاطر نفرت کریں گے، تمہیں اپنے سے الگ کر دیں گے، تمہیں ملامت کریں گے اور تمہیں برے نام سے پکاریں گے۔'' (انجیل لوقا: 22/6)

''اور کوئی آدمی آسمان پر نہیں پہنچا سوائے اس کے جو آسمان سے نیچے آیا حتیٰ کہ انسان کا وہ بیٹا بھی جو آسمان پر ہے۔'' (انجیل یوحنا: 13/3)

✿ عقیدۂ کفّارہ: ''باپ کو بچوں کے جرم میں قتل کیا جائے گا نہ ہی بچوں کو باپ کے جرم میں بلکہ ہر آدمی کو اس کے اپنے گناہ کی سزا ملے گی۔'' (2 خطوط: 4/25)

''خطاکار کو موت آئے گی۔ باپ کا جرم بیٹے پر عائد ہوگا نہ بیٹے کا جرم باپ پر عائد ہوگا۔ اچھوں کی اچھائی ان پر عائد ہوگی اور بروں کی برائی ان پر عائد ہوگی۔''

(حزقیل: 20/18)

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ نظریۂ کفارہ بے بنیاد ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ عیسائیوں کے قول کے مطابق واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انسانیت کی نجات کے لیے مصلوب کرواتا تو پھر گویا عیسائیوں کا خدا اپنے ہی قول کی تردید کرتا ہے اور نعوذ باللہ بے رحم اور بے انصاف ٹھہرتا ہے۔ گویا اللہ یہ امتیاز برتتا ہے کہ وہ کسی معصوم انسان کو دوسروں کے گناہوں کی سزا بھگتنے دیتا ہے۔ (حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسا ہرگز نہیں کرتا!)

✿ تثلیث: ''اے اسرائیل! سن، خداوند ہمارا خدا، ایک ہی خداوند ہے۔'' (استثنا: 4/6)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''میں بذات خود کچھ نہیں کرسکتا۔'' (انجیل یوحنا: 30/5)

''بے شک میں تم سے کہتا ہوں کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوسکتا' اور نہ ہی وہ جو بھیجا گیا اپنے بھیجنے والے سے بڑا ہوسکتا ہے۔'' (انجیل یوحنا: 16/13)

''میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔'' (انجیل یوحنا: 28/14)

''اللہ صرف ایک ہے۔'' (1 کورنتھیوں کے نام: 6/8)

''اب ایک ثالث کسی ایک کے لیے نہیں ہوتا مگر اللہ ہر ایک کے لیے ہے۔''

(گلتیوں کے نام: 20/3)

کیا بائبل کی مندرجہ بالا اور کئی دوسری آیات تثلیث کے عقیدہ کی نفی نہیں کرتیں اور توحید کی تصدیق نہیں کرتیں؟ بے شک کرتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کن کی طرف بھیجا گیا تھا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''مجھے تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجا گیا ہے۔'' (انجیل متی: 24/15)

لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن عالم گیر نہیں۔

آپ نے مزید فرمایا:

''یہ نہ سمجھو کہ میں شریعت یا سلسلۂ انبیاء کو ختم کرنے آیا ہوں۔ میں تخریب کے لیے نہیں آیا بلکہ تکمیل کے لیے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں' قانون الٰہی کا کوئی عنوان یا کوئی حرف بھی تبدیل نہیں ہوگا بلکہ اس پر پورا پورا عمل ہو کر رہے گا' اس لیے جو شخص ان کم تر احکام کی خلاف ورزی کرے گا یا لوگوں کو خلاف ورزی کرنا سکھائے گا' اسے آسمانی بادشاہت میں کم ترین کہا جائے گا اور جو اللہ کے احکام پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا اسے سلطنت سماوی میں برتر کہا جائے گا۔'' (انجیل متی: 5/17-19)

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے اور عیسائیت کو ان سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

اس طرح عیسائیت اور اس کی بنیادیں بائبل کی مذکورہ آیات سے منہدم ہو جاتی ہیں۔

جب میں ہائی سکول کی جونیئر کلاس میں پہنچا تو میں مکمل دہریہ بن چکا تھا۔ جب کالج میں پہنچا تو کمیونسٹ بن گیا لیکن میں کمیونزم کی بھی کئی باتوں سے مطمئن نہ تھا' مثلاً اس کے مادیت پرستانہ نظریات اور چند منتخب لوگوں کی حکومت کا نظریہ مجھے اچھے نہ لگے۔ میں نے ہندومت کا مطالعہ کیا مگر اس کا مشرکانہ تصورِ الٰہی اور قبیح ذات پات کی تمیز نے مجھے اس سے بدگمان کر دیا۔

بدھ مت میں انسان اپنی نجات اپنی محنت سے حاصل کرتا ہے اور اس کا راہبانہ نظام انسانیت کے لیے مہلک ہے۔ یہودیت کا نظریہ نسل پرستانہ ہے اور نصب العین صرف بنی اسرائیل کی نجات ہے۔ اب ہم جیسے غیر اسرائیلی کہاں جائیں؟ شنطو ازم میں تو ہم پرستی کو عقل پر ترجیح دی جاتی ہے۔

میں نے ان تمام مذاہب کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انسانیت کی نجات کے بجائے عتاب کی طرف لے جاتے ہیں۔

اس بے کار کوشش کے بعد میں تلاشِ حق ترک کرنے لگا تھا' تاہم میرے دل کو اب بھی سکون حاصل نہ تھا۔ خاص طور پر جب میں نے اردگرد نظر ڈال کر دیکھا کہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت پر عمل پیرا ہے۔ سورج مقررہ وقت پر طلوع و غروب ہوتا ہے۔ بارش پودوں کو سیراب کرتی ہے اور رنگا رنگ کے پھول اور پھل لگتے ہیں۔ اگر ہر چیز محض اتفاق سے بن گئی تو کبھی اتفاق سے امرود کے درخت پر سیب کیوں نہیں لگتے اور دوسرے درختوں پر امرود کا پھل کیوں نہیں لگتا؟ میں کیوں پیدا ہوا؟ اور اسی طرح کے بے شمار سوالات میرے سامنے موجود تھے۔ پھر میرا ایمان واپس آ گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ کوئی ایک ایسا ہے جو قادرِ مطلق اور قوی ہے' جو علیم بھی ہے خبیر بھی اور ہر چیز کا خالق بھی۔

خوش قسمتی سے میرے ایک دوست نے مجھے ایک کتاب دی جس کا عنوان تھا ''ہماری پسند' دینِ اسلام۔'' اس کتاب میں بلند پایہ نومسلموں کے تاثرات درج تھے۔ کتاب کی جلد کی پشت پر وہ پتے دیے ہوئے تھے جن سے انسان اسلام کے بارے میں کتب اور معلومات حاصل کرسکتا

ہے۔ اس وقت مجھے اسلام کے بارے میں کچھ پتہ نہ تھا' اس لیے میں نے ان پتوں پر خط بھیج کر اسلامی لٹریچر منگوایا اور بڑے شوق سے مطالعہ شروع کیا۔ میرا خیال تھا کہ ان کتب اور جرائد میں بھی مشرکانہ عقائد' توہم پرستی اور دیگر مذاہب کی طرح کافرانہ اعمال کی تلقین موجود ہوگی مگر میرا خیال غلط نکلا۔ اسلام کی بنیاد توحید کامل پر ایمان ہے اور یہ دنیا و آخرت دونوں میں مسرت کے حصول کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ الحمدللہ مجھے اسلام میں حق مل گیا اور اسی پر میرا ایمان ہے۔

1972ء میں' میں نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اپنے دل میں کلمہ پڑھنے کے بعد میں خود کو مسلمان سمجھنے لگا۔ 28/ اکتوبر 1975ء کو وزیر پورہ' سیالکوٹ' پاکستان کی مسلم اکیڈمی کے بھائی ابو مسلم نوشاہی نے میرا نام عبداللہ تجویز کیا جس کے معنی ہیں ''اللہ کا بندہ۔''

18 فروری 1978ء کو میں نے باقاعدہ اسلام قبول کرلیا اور قبول اسلام کے عہد نامے پر دستخط کر دیے۔ اس پر تصدیق کے دستخط الحاج محمد جعفر جنرل سیکرٹری ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز (World Federation of Islamic Missions) کراچی نے 2 رجب 1396 ہجری کو ثبت کیے۔

میں بہت جوشیلا اور متحرک انسان تھا لہٰذا میں نے سب لوگوں کو فوراً اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتایا تا کہ ان کو بھی حق کا علم ہو اور نجات کی طلب پیدا ہو۔ اس پر ماحول اچانک میرا مخالف ہو گیا اور مجھ سے قطع تعلق کر لیا گیا۔ میرے رشتے داروں نے مجھے مجبور کیا کہ میں اسلام ترک کر کے میتھوڈسٹ' کیتھولک' دہریہ یا کافر بن جاؤں مگر اسلام چھوڑ دوں۔ بہر حال میں لوہے کی طرح اپنے عقیدہ پر مضبوط رہا اور اس سے ذرہ بھر انحراف نہ کیا بلکہ قبول اسلام کے نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہو گیا۔ میں نے اپنے چار بھتیجوں عبدالرحمٰن چوا (Chua)' ابراہیم تنگالن (Tangalin)' سلیمان بالان (Balan) اور عبدالغفور بالان (Balan) کو بھی مشرف بہ اسلام کیا۔

اس طرح میرے رشتہ دار اور زیادہ مشتعل ہو گئے اور میرے خلاف شدید نفرت کا مظاہرہ کرنے لگے۔ انہوں نے ہمیں ذہنی اور جسمانی اذیتوں سے دوچار کیا اور ہم سے غلاموں کا سا

سلوک کیا۔ ہماری اسلامی کتب جلا دی گئیں' ہمیں نماز اور دوسرے اسلامی اعمال سے روک دیا گیا' حرام کھانے پر مجبور کیا گیا' بھاری بوجھ اٹھوائے گئے' ننگے ہاتھوں سے گھاس کھدوائی گئی اور تپتی دھوپ میں دوپہر کے وقت ننگے سر ہم سے کام لیا گیا۔ ہمیں رات کو دیر سے نیند نصیب ہوتی اور صبح سویرے کام پر لگا دیا جاتا۔ کبھی کبھی تو آرام کا وقفہ بھی نصیب نہ ہوتا۔ بعض اوقات ہماری اس طرح پٹائی کی جاتی کہ ہمارے چہرے سوج جاتے اور جسم کے مختلف حصوں سے خون رسنے لگتا۔ ہم سے جبراً کہلوایا جاتا کہ ہم میتھوڈسٹ ہیں۔ بعد میں میرے دو بھتیجوں کو مجھ سے الگ کر دیا گیا۔

میرے دوسرے دو بھتیجوں کو فرار کا موقع مل گیا۔ 20 جولائی 1978ء کو میں بھی امینہ کی مدد سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ یہی امینہ بعد میں میری زوجہ بنیں۔

میری بیوی کے رشتہ داروں نے دوسرے لوگوں کی نسبت ہمیں جلد سمجھ لیا۔ ہمیں امید ہے کہ انہیں بھی ہم ان شاء اللہ اسلام سے آشنا کر دیں گے۔

چونکہ ہم بانی Bani (پنگاسینان Pangasinan) کے قصبے میں واحد مسلم خاندان ہیں' لہٰذا پورے معاشرے کا سلوک ہم سے تمسخرانہ اور حقارت آمیز ہے۔ یہ خراب ماحول ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ یہ معاشرہ ہمارا اپنا نہیں بلکہ ہم اپنے اصل بھائیوں سے الگ رہ کر ان کی کمی محسوس کرتے ہیں۔

تبلیغ اسلام کی وجہ سے قتل کی دھمکی کے باوجود ہم نے سلسلۂ تبلیغ جاری رکھا اور نئے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

میں کامرس میں گریجوایٹ ہوں۔ اکاؤنٹنگ کا ماہر ہوں مگر صرف اس وجہ سے بے روزگار ہوں کہ میں ایک مسلمان ہوں۔

ایک کمپنی میں ملازمت کے لیے تمام امیدواروں میں' میں سرفہرست رہا مگر میری کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ اس طرح تین سال تک میں بے روزگار رہا۔ 8 رمضان 1400 ہجری کو ہمارے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام ہم نے فاطمہ رکھا۔ 31 راگست 1980ء کو ہم اپنی ماں کو اسلام کی

آغوش میں لانے میں کامیاب ہوگئے۔ (الحمدللہ) 30 ذوالقعدہ 1401 ہجری کو میری بیٹی خدیجہ پیدا ہوئی اور اس طرح میرے خاندان میں اب پانچ افراد ہیں جن کے لیے مجھے تگ ودو کرنی پڑتی ہے۔

اسلام قبول کرنے پر بہت مصائب کا سامنا کرنا پڑا مگر ہم ثابت قدم رہے اور ان شاء اللہ جب تک جسم میں جان ہے ہم کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھتے رہیں گے۔

اے اللہ! حالات کے ناقابلِ برداشت مسائل میں ہمیں اسلام کے سچے قوانین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ①

[عبداللہ کولو بانگ مینگوانگ سابق ایڈون سی مینگوانگ]

(Abdullah Colobong Mangaoang' Formerly Edwin C.Mangaoang)

میں مسلمان کیوں ہوا؟

میں ہمیشہ سے مسلمان رہا ہوں۔ یہ کہنے کا مطلب صرف یہ نہیں کہ میں قرآنِ حکیم میں مذکور مفہوم کے مطابق دینِ فطرت کا پیروکار تھا' بلکہ زندگی کے ابتدائی دور ہی میں مجھے یہ احساس ہو گیا تھا کہ اسلام اپنی موجودہ عملی شکل میں دوسرے قابلِ ذکر مذاہب کی نسبت فطرت کے زیادہ قریب ہے۔

میرے خیال میں مجھے جس چیز نے مشرقی تہذیب کی طرف متوجہ کیا وہ عیسائیت کے نظریۂ اخوت اور سامراجی نظریات سے پیدا ہونے والے رویّے کے درمیان تفاوت تھا جس کی بنا پر سلطنت برطانیہ میں ایک طرف انگریزی اداروں کی عظمت کے گیت گائے جاتے تھے اور دوسری طرف رنگ ونسل کا تعصب اور دو الگ الگ ضابطۂ اخلاق رائج تھے۔ ایک یورپی لوگوں کے لیے اور دوسرا اُن غیر یورپی لوگوں کے لیے جنہیں ''کم تر نسل کے بے قانون لوگ'' سمجھا جاتا تھا۔ اس پس منظر میں' میں نے غیر یورپی معاشروں کا مطالعہ مذہبی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ

① مینارٹ (Minaret) ستمبر 1984ء ص: 19-24

سماجی نقطۂ نظر سے کیا۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ جو کچھ مجھے سکھایا گیا تھا اس کے برعکس تہذیب یونان ہی پر ختم نہیں ہوگئی بلکہ یونان کے مشرق میں ایک ایسی تہذیب بھی موجود تھی جس نے تاریخِ عالم میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ وہ تہذیب تھی جس کی وساطت سے یونانی تہذیب کا ورثہ یورپ کو نصیب ہوا' جس پر آج یورپ کو اتنا فخر ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس تہذیب نے یونانی ورثہ میں اسلامی رنگ اور تمدنی خصوصیات شامل کر کے اُسے خوبیوں سے مالا مال کر دیا تھا اور اسی تہذیب نے یورپ کے دورِ وحشت میں یونانی تہذیب کی حفاظت کی تھی۔

عجیب بات یہ ہوئی کہ ہمارے بائبل کے مدرس نے ہمیں اعلیٰ تنقید کے جو اصول سکھائے انہی سے میرے دل میں عیسائیت کی انجیلوں کے بارے میں شدید شکوک وشبہات پیدا ہوئے۔ اسلام کی سادگی اور اس کی بنیاد (قرآنِ حکیم) کی سچائی کے بارے میں سخت ترین مخالف نقادوں کا بھی کہنا ہے کہ یہ بلاشبہ اللہ کا پیغام ہے جو حضرت محمد ﷺ کے ذریعے سے ہم تک پہنچا۔ اس کے مقابلے میں عیسائیوں کی انجیلیں نہایت غیر مستند اور ناقابلِ یقین ہیں کیونکہ وہ ایک ایسی زبان میں ہم تک پہنچی ہیں جو ان کی پہلی زبان سے مختلف ہے اور ان کے مرتب ہونے کا تعلق ایک ایسے علاقے سے ہے جو ان کے اصلی گھر سے بہت ہٹ کر ہے۔ ان میں کئی اضافی باتیں ناقابلِ قبول ہیں جن کو انجیل میں شامل کرنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ ایسی باتیں بھی ہیں جو کلامِ الٰہی کے بجائے دوسرے ذرائع سے حاصل کی گئیں۔ کچھ ایسی باتیں ہیں جو عیسائیت کے اندر سے نکالی گئیں اور کچھ باہر سے لائی گئیں اور ایسا نفسانی خواہشات کے زیر اثر کیا گیا۔ انہیں پڑھ کر انسان کو کسی زیادہ قابلِ یقین اور سادہ تر بنیاد کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جس پر ایمان استوار کیا جا سکے اور اسے ضابطۂ حیات بنایا جا سکے۔

اسلام سادہ انداز میں انبیاء علیہم السلام کی مختلف ادوار میں سلسلہ وار آمد' اُن کے ذریعے سے توحید کی تعلیم اور اس تعلیم کے نتیجے میں تمام انسانوں کی مساوات اور اخوت کا سبق دے کر انسانیت کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ اسلام اصل یہودیت سے اس بنا پر مختلف ہے کہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ کی عنایات کسی ایک قوم یا قبیلے کے لیے مختص نہیں ہیں۔ اگرچہ مجھ سے بڑے میرے ایک

ہم درس نے میرے خیالات کو سوشلسٹ رُخ دیا اور کچھ عرصہ بعد مجھے دہریت کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، مگر مجھے اس وقت بھی یہ احساس ہوتا تھا اور اب بھی ہے کہ اسلام اپنے پیرو کاروں کو اُن مسائل سے دو چار نہیں کرتا جو آج کل یورپ میں لا دینیت کا باعث بن رہے ہیں جبکہ دوسری طرف اسلام میں کئی باتیں اس دین کو سچا تسلیم کرنے کے بعد ہی سمجھی اور سمجھائی جا سکتی ہیں۔ ①

[عبدالقادر پکارڈ]

(Abdul Qadir Pickard)

امریکہ میں اسلام

ابھی چند روز قبل میں نے تقریباً چودہ افراد پر مشتمل ''Toastmasters Club'' (دعوتِ عشائیہ کے صدور کا کلب) کے ایک گروپ سے خطاب کیا جن میں سے بیشتر افراد اسلام سے بالکل نا آشنا تھے۔ اس طرح مجھے اپنے تصوّر اسلام اور امریکہ میں اسلام کے مستقبل پر روشنی ڈالنے کا موقع نصیب ہوا۔ میرے خطاب کے اس خلاصے سے ان شاء اللہ آپ کو کار آمد اور فکر انگیز نکات حاصل ہوں گے۔ خلاصہ درج ذیل ہے:

اسلام کے معنی ہیں '' اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا '' اور مسلمان وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت کرنے کا اقرار کرتے ہیں لیکن اسلام محض ایک تصور ہے نہ محض ایک مذہب کا نام ہے بلکہ یہ ایک مکمل طرزِ حیات ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اسلام دنیا کا دوسرا بڑا مذہب ہے۔ ایک امریکی ہونے کی حیثیت سے مجھے یہ بات حیرت انگیز لگتی ہے۔ حال ہی میں مسلمانوں نے اس ملک میں ایک نمایاں سماجی حیثیت حاصل کی ہے۔

آخر کیوں؟ اس سوال کا جواب ہمیں تاریخ سے مل سکتا ہے۔ اسلام میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کو حال ہی میں امریکہ میں فروغ کیوں کر حاصل ہوا؟

---

① اسلامک ریویو' اگست 1940ء ج:28' ش:8' ص:283-285

نبیؐ اکرم ﷺ دنیا میں اللہ کا پیغام لے کر آئے تو اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد پوری دنیا میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔ اس دور کے عیسائی اسلام سے ڈرتے تھے کیونکہ وہ اسلام کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ شاید وہ سب سے زیادہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ اسلام نہ صرف آزادی سے سوچنے اور اہلِ اقتدار پر تنقید کرنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ اگر اہلِ اقتدار میں سے کوئی غلط کام کرے تو اس کے خلاف بآواز بلند مزاحمت کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔

غالباً عیسائیوں نے اسی وجہ سے اسلام کو مخالفت کی نظر سے دیکھا کہ اُنہیں یہ ڈر تھا کہ لوگوں کو سوچ کی آزادی مل گئی تو اُنہیں قابو میں رکھنا ممکن نہیں رہے گا۔ وہ اس حقیقت سے ناآشنا رہے کہ اسلام عیسائیوں یا یہودیوں کا مخالف نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بائبل میں مذکور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو اللہ کے سچے پیغمبر سمجھتا ہے۔ اصل وجہ جو بھی ہو، عیسائیت اور اسلام کے درمیان ایک بڑی نظریاتی دیوار حائل ہوگئی اور آج بھی کسی حد تک یہ دیوار قائم ہے۔

دنیا میں آج اسلام کی صورتِ حال کے متعلق ستم ظریفی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک پسماندہ قوم سمجھا جاتا ہے جبکہ ابتدائی دور کے بہت سے مسلمان عالم و فاضل اور سائنس دان تھے۔ اسلام کے سائے تلے طب، علم نجوم، ریاضی اور سائنس کی دوسری شاخوں میں بہت ترقی ہوئی جس کا مقابلہ اُس دور کی کوئی اور قوم نہ کرسکی۔

کچھ عیسائی علماء نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر مسلمان علماء کی کتابیں پڑھیں کیونکہ عیسائیت کی نظریاتی سخت گیری نئے افکار کی سخت مخالف تھی۔ بہرصورت بعض وجوہات کی بنا پر مسلمان معاشرے کے لوگوں نے مغربی سائنسی ترقی پر مزید تحقیق کا کام نہ کیا۔ کم از کم بظاہر یہی نظر آتا ہے اور شاید مغربی کلچر کے خوف نے مسلمانوں کو امریکہ سے دُور ہی رکھا جبکہ مغرب (یورپ) کے اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں والے افراد امریکہ جا بسے۔

دیر ہی سے سہی مگر اب اسلام امریکہ میں قدم رکھ رہا ہے۔ ایک امریکی مسلمان ہونے کے باعث مجھے فخر ہے کہ میں امریکہ کی اورینج کاؤنٹی (Orange County) میں لاس اینجلز (Los Angeles) کے مسلم معاشرے کا ایک فرد ہوں۔ ہم سب اس ملک میں خلوصِ دل سے

ایک صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ہاں اسلامک سنٹرز کی تعداد بڑھ رہی ہے جن میں بڑی تعداد میں مسلمان شمولیت کر رہے ہیں۔ امریکہ کا ایک مقامی مسلمان ہونے کی وجہ سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی کرم ہے کہ اُس نے مسلمانوں کو یہاں بھیج دیا۔ شاید اللہ تعالیٰ اسلام کو آزادی کے اس ماحول میں پھلنے پھولنے کے لیے لایا ہے جس میں ہم رہتے ہیں۔

مجھے اپنی جگہ خوشی ہے اور فخر بھی کہ میں امریکہ میں ایک مسلمان کی حیثیت سے ہوں۔ [1]

[ابو بدر صدیق، سابق سڈنی ہوئیٹ]

(Abu Badr Siddiq, Former Sidney Hoyt)

اسلام پر میرا ایمان

[''اسلام پر میرا ایمان'' (My Belief in Islam) اُس خط کا عنوان ہے جو علی احمد نود (Knud) نے حج پر روانگی سے قبل لندن میں حجاز کے سفیر کو لکھا۔ علی احمد نوجوان مسلم صحافی تھے۔ اُن کا یہ خط اسلامک ریویو جولائی 1933ء کی جلد: 21، شمارہ: 7 کے صفحات 221 تا 227 پر شائع ہوا۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم یہاں مسٹر علی احمد کا ایک مضمون ''میں مسلمان کیوں ہوا؟'' (Why I Became a Muslim) شائع کر رہے ہیں جو اسلامک ریویو بابت اکتوبر 1931ء جلد: 19، شمارہ: 10 کے صفحات 345 تا 349 پر شائع ہوا۔ (ایڈیٹر)]

میں اس خط کے ذریعے سے حجازِ مقدس جانے کی اجازت چاہتا ہوں اور اجازت کے حصول کے لیے میں اپنے بارے میں ضروری معلومات فراہم کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

میری عمر 29 سال ہے۔ میں 22 اپریل 1902ء کو ڈنمارک کے شہر ہورسنز (Horsens) میں پیدا ہوا۔ ملک کے رواج کے مطابق مجھے شیر خوارگی ہی میں بپتسمہ دلا کر مذہب عیسائیت سے وابستہ کر دیا گیا اور میری پرورش عیسائیت کے فرقہ پروٹسٹنٹ کے اصولوں پر کی گئی۔ 20 سال کی عمر میں اپنی تعلیم مکمل کر کے میں شعبۂ صحافت میں آ گیا اور اس حیثیت میں مجھے بطور کچھ دلچسپ سفر کرنے پڑے۔

① یقین انٹرنیشنل، 17 اپریل 1986ء ج:34، ش:23، ص:275، 276

1922ء میں' میں پولینڈ چلا گیا جہاں اس وقت روس اور پولینڈ کی جنگ جاری تھی۔ وہاں مجھے کوپن ہیگن (ڈنمارک) کے ایک اہم اخبار ''دی پولیٹیکن'' (The Politiken) کا نامہ نگار مقرر کیا گیا۔ 1923ء میں میں آئر لینڈ' سکاٹ لینڈ اور آئس لینڈ گیا اور 1924ء کے موسم گرما میں لیپ لینڈ (شمالی ناروے) پہنچا جہاں سے دو اخبارات کوپن ہیگن کے The Nationaltidende اور فن لینڈ کے Helsingi Sonomat کا نمائندہ مقرر ہو گیا۔

1924ء کے موسم خزاں میں' میں مراکش چلا گیا جہاں میں نے عبدالکریم کی جنگوں کا حال قلمبند کیا۔[1] اس سفر کے دوران میں' میں نے ایک کتاب بھی لکھی مگر میرے آج کے خیالات ونظریات اُن خیالات ونظریات سے بالکل مختلف ہیں جن کا اظہار میں نے اُس کتاب میں کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ میں پہلی بار مراکش گیا تھا اور جو کچھ وہاں ہو رہا تھا اُسے پوری طرح سمجھ نہ سکا۔ پھر بھی مجھے مشرقی ممالک سے دلچسپی تھی اور 1925ء کا تقریباً پورا سال میں ترکی' شام' فلسطین' عراق اور ایران میں پھرتا رہا۔ اس دوران میں کوپن ہیگن کے اخبار The Nationaltidende کے لیے باقاعدہ مقالات لکھتا رہا۔

1926ء میں' میں کوپن ہیگن کے ایک اخبار کا ایڈیٹر مقرر ہوا' 1927ء میں شادی کر لی اور بیوی کے ساتھ البانیہ کا سفر کیا۔ اسی سال میری اسلام میں دلچسپی شروع ہوئی' اگرچہ یہ دلچسپی' جیسا کہ آپ اس خط کے بعد والے بیان میں پڑھیں گے' اگلے دو سال تک کئی شدید آزمائشوں کا شکار رہی۔

میں 1927ء میں اپنی بیوی کے ہمراہ عربی سیکھنے کے لیے مراکش گیا۔ وہاں ہماری بچی پیدا ہوئی جو آج کل اپنی ماں کے پاس ڈنمارک میں رہتی ہے۔ مراکش میں' میں تقریباً دو سال رہا۔ اس کے بعد ہم ڈنمارک واپس آ گئے۔ پھر میں لندن روانہ ہو گیا جبکہ میری بیوی گھر میں میرے

---

[1] 1904ء میں فرانسیسی اور ہسپانوی سامراجیوں نے مراکش کو باہم بانٹ لیا تھا اور امیر عبدالکریم ریفی مراکش کی آزادی کے لیے فرانسیسی وہسپانوی سامراج کے خلاف جہاد کر رہے تھے۔ (م ف)

والدین کے پاس رہی۔ اب کسی بیرونی اثر یا محرک کے بغیر میں نے اپنے دل کی خواہش پر اسلام قبول کرنے کا تہیّہ کر لیا تھا' چنانچہ لندن کی مسجد میں کلمہ طیّبہ پر مبنی اقرار نامے پر دستخط کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت تک میں اسلام پر مختلف تحریریں پڑھ چکا تھا۔ امام غزالی رحمہ اللہ کی ان کتابوں کی وساطت سے جن کے ترجمے یورپ میں موجود ہیں' میں اسلام سے واقفیت حاصل کر چکا تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی مفکرین اسلام کے افکار کا مطالعہ کر لیا تھا۔ لیکن اس سفر کے آخری مراحل میں جا کر مجھے صحیح معنوں میں اسلام کی حقیقت کا پتہ چلا جو کہ میرے اخلاقی ارتقا کے لیے ضروری تھی۔ اس سفر میں مجھے دل و جان سے اسلام سے محبت نصیب ہوئی جواب ان شاء اللہ ہمیشہ میرے دل میں رہے گی۔ تب سے لے کر اب تک میرے لیے سب سے پہلی ترجیح میرا دین ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو میری زندگی اللہ کے اس دین کے لیے ہمیشہ وقف رہے گی۔ مجھے اپنے اس عزم سے بھی بہت محبت ہے۔ یہاں میں اس سفر کے حوالے سے کچھ تفصیل عرض کرنے لگا ہوں تا کہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ اس میں ایسی کون سی بات ہوئی جس کی بنا پر اس سفر سے میں بالکل ایک نیا انسان بن کر لوٹا۔

مارچ 1930ء کے وسط میں، میں اپنی کار میں اٹلی کے ٹریپولی ٹینیا (Tripolitania) یعنی طرابلس کے قلعے سے صحرا میں واقع ایک دوسرے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ ہم نے تقریباً پانچ سو کلومیٹر کا سفر طے کیا اور دوسرے قلعے میں پہنچنے سے پہلے ہم راستہ بھول گئے۔ گیارہ دن تک میں اور میرا ہم سفر لڑکا پریشانی کے عالم میں صحرا میں بھٹکتے پھرے۔ ہمارے پاس تھوڑا سا پانی تھا اور سوائے ایک خارپشت (porcupine) کے ہمیں کھانے کو کچھ نہ مل سکا۔ ہمیں گیدڑوں اور لگڑ بھگوں کا بھی ڈر تھا۔ آخری دو دنوں میں تو ہم دونوں بھوک' پیاس' خوف اور تھکاوٹ سے تقریباً پاگل ہو گئے۔ تب مجھے یہ احساس ہوا کہ اپنی تہذیب کے دائرے سے باہر انسان کتنا بے بس اور مجبور ہے۔ ان گیارہ دنوں میں میرے دل میں ایک اللہ پر ایمان پیدا ہو گیا۔ میں نے عہد کیا کہ اگر اللہ نے میری جان بچا لی تو میں اس سے ہمیشہ نیک عمل کرنے کی توفیق طلب کروں گا اور کبھی نیکی کے رستے سے روگردانی نہیں کروں گا۔ اُس وقت میں نے یہ بھی

دیکھا کہ اگرچہ ہمیں بعض صلاحیتیں تو عطا ہوئی ہیں مگر ہمیں جو کچھ بھی ملتا ہے اپنی محنت یا قابلیت سے نہیں بلکہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ ہمیں یہ صلاحیتیں اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے میں استعمال کرنی چاہییں' پھر ہوسکتا ہے کہ ہمیں سچی خوشی نصیب ہو جائے۔

اس لمحے کے بعد میں ہمیشہ خوش ہی رہا ہوں اگرچہ زندگی میں اتنی مشکلات بہت کم لوگوں نے دیکھی ہوں گی جتنی میں نے دیکھی ہیں۔ پہاڑی علاقے میں سنوسی [1] (Senoussis) گروہ نے مجھے قید کر دیا۔ میں نے انہیں حقیقت بتائی کہ میں الحمدللہ مسلمان ہوں۔ پہلے تو انہوں نے مجھ پر شک کیا۔ یہ فطری بات تھی' مگر بالآخر اُنہوں نے میری بات مان لی اور پھر پہاڑوں میں رہنے والے وہ ''باغی لوگ'' جو غالباً میری زندگی میں آنے والے بہترین انسان تھے' مجھے اپنی کہانی سنانے لگے جسے سُن کر میں اتنا متاثر ہوا کہ مجھے اپنے یورپی ہونے پر شرم محسوس ہونے لگی۔ یقین کیجیے کہ اگرچہ وہ لوگ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس تھے' غریب اور فاقہ زدہ تھے' پھر بھی انہوں نے مجھے ہر چیز میں حصہ دار بنالیا۔ اِن ہمدردوں اور اُن عمدہ لباس میں ملبوس درندہ صفت عیسائی افسروں میں کتنا فرق تھا جن سے مجھے بعد میں واسطہ پڑا۔ ان سنوسیوں سے رخصت ہو کر میں اٹلی والوں سے ملا۔ اُنہوں نے مجھ سے ان عربوں کے بارے میں پوچھا مگر میں نے بتانے سے صاف انکار کر دیا تو اُنہوں نے مجھے قید کر دیا۔ میں اس قید پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر مجھے اس طرح قید نہ کیا جاتا تو آج میں اہلِ یورپ کو شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے مصائب و آلام کے بارے میں نہ بتا سکتا۔ اس قید سے رہائی کے بعد میں مصر گیا اور اپنے مشاہدات اخباروں میں بیان کرنے لگا۔ اٹلی کی حکومت مجھے اس کام سے روکنا چاہتی تھی اور جب میں اٹلی کے متوقع حملے کے خلاف نخلستان کفرا (Cafra) کے لوگوں کی مدد کرنے جا رہا تھا تو مصر کی حکومت نے مجھے گرفتار کر لیا کیونکہ قاہرہ میں اٹلی کے سفیر نے میرے بارے میں

---

[1] 1911ء میں اٹلی نے لیبیا پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس استعماری قبضے کے خلاف سیّد علی سنوسی اور ان کے سپہ سالار عمر المختار نے برسوں جہاد کیا۔ آخر کار اطالویوں نے عمر المختار کو گرفتار کر کے پھانسی دے کر شہید کر دیا۔ (م ف)

غلط بیانی کرتے ہوئے ان سے کہا تھا کہ میں روسی اشترا کی تحریک کا رُکن ہوں۔ تاہم میں نے آسانی سے یہ ثابت کر دیا کہ مجھ پر یہ الزام بے بنیاد ہے۔ پھر میں نے مصریوں سے کہا کہ مجھے کفرا جانے کی اجازت دی جائے مگر انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اور بالآخر اس سال کے آغاز میں اطالویوں نے ایک خوفناک کارروائی کر کے کفرا پر قبضہ کر لیا۔

اب میں کوپن ہیگن چلا گیا اور ایک سلسلۂ مضامین میں شمالی افریقہ پر استعماری قبضے کے بارے میں حقائق منظر عام پر لے آیا۔ اسی دور میں، میں نے اپنی کتاب (The Desert Burns) ''صحرا جل رہا ہے'' بھی لکھی جس کی ایک جلد میں نے ووکنگ (Woking) کی مسجد میں بھجوائی ہے۔ چند ماہ میں یہ کتاب ڈنمارک کی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی چھپ جائے گی کیونکہ میری کوشش یہ ہے کہ اس معاملے کے تمام حقائق دنیا کے علم میں آ جائیں۔ اس کتاب کے تعارف کے طور پر میں اس کے دیباچے سے چند سطور کا ترجمہ ذیل میں دے رہا ہوں:

''1931ء کے آغاز میں اطالویوں نے حبشی فوجوں کے ساتھ مل کر، جنہیں سائرینیکا (Cyrenaica) ① میں بلوایا گیا تھا، کفرا کے نخلستان پر قبضہ کر لیا جو کہ صحرائے لیبیا کے جنوبی حصے میں واقع ہے۔ مٹھی بھر عربوں کو جنہوں نے گزشتہ بیس سال میں اپنے دین اور اپنے وطن کا حیرت انگیز طریقے سے دفاع کیا تھا، بالآخر اطالوی مشین گنوں کی بے رحم بوچھاڑ کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ یہ مشین گنیں جو مطرالیوز (Miterailleuse) کہلاتی ہیں، آج کل ایک مہذب قوم آزاد رہنے پر مُصر ایک قوم کو زیر کرنے کے لیے انہیں استعمال کرتی ہے۔''

اس معاملے کے بارے میں روم سے آنے والے ایک تار میں درج مختصر پیغام کے سوا جس میں صرف یہ لکھا تھا کہ ''ہماری فوجوں نے کفرا پر قبضہ کر لیا ہے'' باقی ماندہ یورپ کو کچھ علم نہ تھا۔ یورپ کو اس معاملے کے بارے میں علم ہوتا بھی کیسے کہ دیارِ مشرق سے آنے والے بہت کم یورپی لوگ وہاں کی مقامی زبان بول سکتے ہیں۔ وہاں سے بیرونِ ملک جانے والے تار

① سائرینیکا، لیبیا کا مشرقی علاقہ ہے جو مصر سے متصل ہے۔ (م ف)

پیغامات اطالوی سفارتی ضوابط کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں اس علاقے میں کسی یورپی پر ''باغیوں'' کے حملے کی خبر تو دیتے ہیں مگر یہ نہیں بتاتے کہ یہ حملے کیوں ہوتے ہیں؟ یہ نہیں بتاتے کہ پُر امن عرب لوگ جن کا دین انہیں صبر، تحمل اور سادگی سکھاتا ہے، باغی کیوں ہو جاتے ہیں؟ اس کتاب میں یہی باتیں بتائی جائیں گی۔ کتاب سائرینیکا کا منظر پیش کرتی ہے۔ اس وقت یہی ملک سب سے زیادہ توجہ اور دلچسپی کا مرکز ہے۔ یہیں پر اطالویوں نے ہزاروں حبشی عیسائیوں کو اری ٹیریا (Eriterea) سے لاکر آباد کیا ہے۔ وہ اپنے سینے پر صلیب کی علامت لگاتے ہیں جس کی بنا پر وہ گوری تہذیب کے بلند پایہ علم بردار سمجھے جاتے ہیں۔ یہ کتاب اُس کھوکھلے دعوے کو چیلنج کرتی ہے جو یورپ کی جانب سے اکثر بہ آوازِ بلند کیا جاتا ہے کہ ''ہم یورپ کے لوگ ان وحشیوں کو تہذیب سکھانے پر مامور ہیں اور ان کے ممالک ہماری امان میں ہیں۔''

ڈنمارک میں یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور ڈنمارک سے باہر بھی اسے خاصی پذیرائی ملی۔ میری مخلصانہ خواہش ہے، خواہ حقیقت خدانخواستہ اس کے کتنی ہی برعکس کیوں نہ ہو، یہ کتاب باقی ماندہ یورپ کو بھی اس طرف متوجہ کرے گی۔ اگر یورپ صرف اتنی بات سمجھ جائے کہ اسلام کیا ہے تو میرا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اس کتاب پر اخباری تبصرے ملاحظہ فرمائیے:

دی پولیٹیکن (The Politiken) کوپن ہیگن لکھتا ہے:

''نود ہولمبو (Knud Holmboe) ایک مسلمان ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے لہٰذا پڑھنے والوں کو ان کے مسلمان ہونے سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگرچہ ایسے تیز طرار صحافی کا تصور بہت آسان ہے جو اپنے پیشہ ورانہ فرائض ادا کرتے ہوئے مسلمان ہو جائے اور اپنے مذہب کو ایک لبادے کی طرح اتار کر ایک طرف رکھ دے تاکہ خاص خاص موقعوں پر اسے پہنا جاسکے، مگر مسٹر نود ہولمبو ایسے موقع پرست انسان نہیں ہیں۔ ان کا ایمان اور عمل دونوں اسلام کے عین مطابق ہیں۔ انہیں اپنے موقف کے بارے میں ذرا سا بھی شک وشبہ نہیں ہے۔ وہ اللہ کو اپنا رہنما مانتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کتاب میں ایک کشش ہے اور ہم ان کی باتوں پر یقین کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم ان کے ہم سفر بن جاتے ہیں۔ بلاشبہ شمالی افریقہ میں مرابطی پیشواؤں اور

شیوخ کی پرستش کی جاتی ہے لیکن یہ تعلیمات اسلام کے سراسر منافی ہے، جیسا کہ نود ہولمبو ہمیں بتاتے ہیں کہ اسلام میں عبادت صرف ایک اللہ ہی کی جائز ہے۔''

سویڈن کے اخبار ''گوٹ برگ ہینڈلس'' نے لکھا ہے:

''ان (نود ہولمبو) کا دل کی گہرائیوں سے یہ یقین ہے کہ مستقبل صرف اسلام کا ہے کیونکہ عیسائیت ناکام ہوگئی ہے۔ اگر ان سے پوچھیں کہ وہ مسلمان کیوں ہوئے؟ تو اس سوال کا جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''مجھے یقین ہے کہ انسانیت کو حقیقی مسرت اور اطمینان صرف حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی تعلیمات پر عمل کر کے ہی نصیب ہوسکتا ہے۔ عیسائیت پر ایسے متعصّبانہ نظریات کا غلبہ ہے جو میری سمجھ میں آتے ہیں نہ مجھے ان کی ضرورت کا کوئی جواز نظر آتا ہے جبکہ اسلام خود زندگی ہے۔ عیسائیت مٹ جائے گی کیونکہ اس کی کوئی ٹھوس بنیاد موجود نہیں۔ اسلام ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ایک مسلمان کی رائے میں ترقی صرف انسان کے خارجی وجود کی ترقی ہی نہیں۔ ترقی تہذیب میں مضمر ہے نہ فنی اور سائنسی تیز رفتاری میں بلکہ مادی دنیا کی ہر طرح کی غلامی سے انسانی روح کی آزادی ہی اصل ترقی ہے۔ نود ہولمبو بتاتے ہیں کہ اسلام اسی کا نام ہے اور یہ کتاب پڑھنے کے بعد ہمیں بھی اپنی نام نہاد تہذیب کی ترقی مشکوک نظر آتی ہے۔''

میں نے یہاں آپ کو اپنے قبول اسلام کے خارجی اسباب کے بارے میں بتایا ہے۔ داخلی اسباب کو بیان کرنا میرے بس میں نہیں۔ میں آپ کو صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ اسلام پر میرا پختہ ایمان ہے اور اگر اللہ مجھے گمراہ ہونے سے بچالے تو یہ ایمان کبھی متزلزل نہیں ہوگا۔ میرے خیال میں انسانیت کے مستقبل کے بارے میں دو امکانات ہیں:

- روس جیسی دہریت جہاں مشینیں خدا سمجھی جاتی ہیں اور جہاں لوگوں کی تمام تر ذہنی ترقی کے باوجود بالآخر ہر چیز کی تباہی یقینی ہے۔[1]

---

[1] روس میں نومبر 1917ء میں کمیونسٹ انقلاب آیا اور دہریت رائج ہوئی۔ 1949ء میں کمیونسٹ روس ایٹمی طاقت اور سپر پاور بن گیا۔ آخر کار دسمبر 1991ء میں سوویت یونین (کمیونسٹ روس) کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ (م ف)

- اسلام جو میرے ایمان کے مطابق خالص توحید (اللہ واحد پر ایمان) ہے' جس کے بارے میں قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ یہی وہ راستہ ہے جس سے انسان رب تعالیٰ کے رُوبرو جا کر جنت حاصل کر سکتا ہے۔ اس لیے میرا درج ذیل باتوں پر کامل ایمان ہے:
- اللہ کی وحدانیت پر ایمان جیسا کہ سورۃ الاخلاص میں مذکور ہے۔
- حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر اور حامل قرآن ہونے پر ایمان کہ ان پر اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوا جس کی تعلیمات ہی بنی نوع انسان کو حقیقی خوشی سے ہم کنار کر سکتی ہیں بشرطیکہ وہ ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔
- پانچ وقت کی نماز پر ایمان یعنی اللہ کی طرف کامل توجہ جس کی پابندی انسان کو نیک اور پاکیزہ زندگی گزارنے کے قابل بناتی ہے۔
- ہر قسم کی نشہ آور چیزوں کی ممانعت پر ایمان کیونکہ اللہ نے جسم کو رُوح کا مسکن بنایا ہے لہٰذا اس کی صحت کو برقرار رکھنا ہمارا فرض ہے۔
- حج کے رُکن اسلام ہونے پر ایمان جو بڑے سے بڑے معزز اور صاحب اقتدار انسان کو بھی رُوح کی پاکیزگی کے لیے سادہ زندگی اپنانے پر مجبور کر دیتا ہے۔
- اللہ کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان مگر چونکہ قرآن سے پہلے نازل شدہ آسمانی کتابوں اور صحف میں انسانی ہاتھوں نے تحریف کر دی ہے' لہٰذا اب قرآن حکیم ہی انسانیت کے لیے واحد اور آخری رہنما کتاب ہے۔

ان تمام باتوں پر میرا ایمان ہے اور میرا یہ مصمم ارادہ ہے کہ اپنی عملی زندگی میں احکامِ الٰہی کی پابندی کرنے کی پوری کوشش کروں گا اور اس پابندی سے مجھے جو رُوحانی نور عطا ہوگا اس سے دُکھی انسانیت کو حق سے آگاہ کرتا رہوں گا۔

محترم قارئین! میں نے چند سطور میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ میں کیونکر مسلمان ہوا۔ آپ چونکہ میرے مسلمان بھائی ہیں لہٰذا مجھے امید ہے کہ آپ میری یہ بات سمجھ جائیں

گے کہ میرے نزدیک صرف اسلام ہی حتمی صداقت اور سچائی ہے۔ میرے شعبۂ صحافت سے وابستہ ہونے اور کتابوں کا مصنف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان وسائل کے ذریعے سے میں اپنے مسلمان بھائیوں کے دُکھوں میں اُن کی مدد کرسکوں گا۔

[علی احمد نود ہولمبو]
(Ali Ahmad Knud Holmboe)

میں مسلمان کیوں ہوا؟

[مسٹر ہولمبو (Mr.Holmboe)' ڈنمارک کے رہنے والے ہیں اور اپنے ملک کے ایک نامور صحافی ہیں۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے تازہ ترین کتاب اورکینن بریینڈر (Orkenen Braender) 1931ء میں کوپن ہیگن کے ناشر سی اے رائٹزلز فورلاگ (C.A.Reitzels Forlag) نے شائع کی ہے۔ ڈنمارک کے پریس نے اس کتاب کو بہت سراہا۔ یہ کتاب اہلِ یورپ کے اس جھوٹے دعوے کو بے نقاب کرتی ہے جو ''وحشیوں کو تہذیب وثقافت سکھانے'' کے بہانے مشرقی ممالک کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم اس رسالے کے کسی آیندہ شمارے میں اس مضمون کے مصنف کا مکمل تعارف مع تصویر چھاپنے کا اعزاز بھی حاصل کریں گے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے اطلاعاً عرض ہے کہ مسٹر ہولمبو آج کل عمان (ٹرانس جارڈن یعنی شرقِ اردن)[1] میں ہیں اور وہاں 1932ء کے حج کے لیے حجاز مقدس جانے کی خاطر ویزے کے حصول کے منتظر ہیں۔ (مدیر: اسلامک ریویو)]

اسلام کے حُسن سے میں پہلی مرتبہ القدس میں متاثر ہوا۔ اس سے پہلے اسلام کے متعلق میرا علم وہی کچھ تھا جو تقریباً تمام یورپ میں پڑھایا جارہا ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے (نعوذ باللہ) عیسائیت اور یہودیت کا چربہ اتارا ہے اور جس دین کی بنیاد آپ نے رکھی وہ ایک وحشیانہ اور جاہلانہ مذہب ہے جس کا مقصد بے چارے عیسائیوں بالخصوص آرمینیا کے لوگوں کا قتل عام ہے۔

---

① شرق اردن' برطانیہ کے تسلّط سے 1946ء میں آزاد ہوا۔ پہلی عرب اسرائیل جنگ (1948ء) میں غرب اردن (مغربی کنارہ) کے انضمام سے وہ صرف ''اردن'' کہلانے لگا۔ اگرچہ غرب اردن کا فلسطینی علاقہ اور بیت المقدس اسرائیل نے جون 1967ء کی جنگ میں چھین لیے مگر وہ بدستور اردن کہلاتا ہے۔ (م ف)

تقریباً پانچ سال قبل میں یروشلم گیا جبکہ میں اُس مذہبی ارتقاء کی شورش سے گزر چکا تھا جو تمام یورپ میں برپا تھی۔ بچپن ہی میں، میں سکول میں دی جانے والی عیسائیت کی تعلیم کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو چکا تھا جس میں بتایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نجات دہندہ تھے اور صلیب پر اُن کی موت ہمارے گناہوں کا کفارہ تھی۔ مجھ سے غلطی یہ ہوئی اور جو اکثر ہوتی ہے کہ میں لفظ عیسائیت کو مذہب کا ہم معنی سمجھنے لگا اور خاصے عرصے تک زندگی کے بارے میں میرے خیالات مکمل طور پر منفی رہے۔ ایک پُرخلوص انسان' بلکہ شاید کوئی بھی انسان مذہب کے بغیر مستقل گزارہ نہیں کر سکتا۔ دوسرے لفظوں میں اُسے اپنے اعمال کے لیے کسی اخلاقی بنیاد یا جواز کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے حق کی جستجو کی اور رومن کیتھولک چرچ میں عبادت سے متعلقہ موسیقی اور آرٹ سے بہت متاثر بھی ہوا۔ تقریباً یہی زمانہ تھا جب میں یروشلم آیا۔

گولگوتھا (Golgotha) کے مقدس ہیولے (Holy Sepulchre) کے چرچ میں ایسٹر (Easter) کا تہوار منایا جارہا تھا۔ یہ چرچ ایک تنگ زینہ دار چبوترے پر بنا ہوا ہے اور یونانی اور رومن کیتھولک پادریوں نے اسے تقسیم کر رکھا ہے۔ ایسٹر کا بڑا اجتماع ہونے والا تھا۔ دنیا بھر سے لوگ گولگوتھا میں اس دعائیہ اجتماع میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ پھر یہ اجتماع شروع ہوا اور بہت جلد یونانی اور رومن پادریوں کے درمیان زبردست زور آزمائی شروع ہو گئی۔ مخصوص مذہبی چغوں اور عباؤں میں ملبوس علماء مشتعل بوڑھی عورتوں کی طرح آپس میں لڑ رہے تھے۔ کرسیوں کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا اور انتہائی گھٹیا بازاری زبان کا برسرعام بآواز بلند استعمال ہو رہا تھا۔ ایک کونے میں ایک پادری' جو یورپی علاقہ کارپیتھین (Carpathians) سے تعلق رکھتا تھا' تسبیح پر کچھ پڑھ رہا تھا۔ دیوار پر ایک شیشے کے مرتبان میں میڈونا (حضرت مریم) کا مسکراتا ہوا مجسمہ رکھا تھا۔ اس نے چمکدار موتیوں والی کلائی کی گھڑی پہن رکھی تھی اور چند سال پہلے اُسے (فرانسیسی تمغۂ جرأت) French Croix de Guerre

سے سجایا گیا تھا۔

اُس وقت میں یہ سمجھ گیا کہ عیسائیت کے بارے میں جو کچھ میں جانتا ہوں اُس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس میں سچے دین والی کوئی خوبی موجود نہیں۔ علامت کے طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایک سرخ سی لکیر جو تمام مذاہب کو آپس میں مربوط کرتی ہے' وہ عیسائیت میں غائب تھی اور وہ عظیم انسان جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہا جاتا ہے اگر آج موجود ہوتے تو وہ عیسائی ہرگز نہ ہوتے۔

میں تقریباً مایوس ہو گیا۔ ایک دفعہ پھر میں شدید شکوک وشبہات اور پریشانی کا شکار ہو گیا۔ چرچ سے باہر آ کر میں مسجد عمر میں آ گیا۔ اس مسجد میں مکمل سکون تھا۔ یہاں کوئی پادری آپس میں لڑ رہے تھے نہ مخصوص خطبات سنا رہے تھے۔ روٹی اور شراب کو معبود بنا رہے تھے نہ یہاں وہ موسیقی تھی جو دلوں کو مسحور کر کے ہوش وخرد سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ میں ایک کونے میں کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ مسلمان ایک ایک کر کے مسجد میں داخل ہوتے' دروازے کے قریب اپنے جوتے اتار دیتے اور مکہ (خانہ کعبہ) کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے لگتے۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خوبصورتی سے تراشا ہوا کوئی مجسمہ نہ تھا بلکہ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے اکیلا حاضر ہوتا تھا جس کی رحمت کی روشنی سب کے دلوں کو منوّر کر دیتی ہے۔

یہ دیکھ کر مجھ پر بہت گہرا اثر ہوا اور اسلام کے بارے میں میرے خیالات تبدیل ہونے لگے۔ چند روز بعد میں اپنے دوست مسلمان معلم عادل جابر سے ملنے القدس گیا اور اُس سے قرآنِ حکیم کا راڈویل (Rodwell) کا انگریزی ترجمہ عاریتاً لے لیا مگر مجھے یہ سمجھنے میں مشکل لگا۔ تب مجھے یہ علم نہ تھا کہ عربی زبان کا ترجمہ زبان دانوں کے بس کی بات نہیں بلکہ صرف وہ مترجم جو اس زبان کے بے پناہ حُسن کو سمجھ سکتا ہو وہی ترجمے میں اس کی ایک ہلکی سی جھلک دکھا سکتا ہے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر اُمّی تھے اور انہوں نے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا تھا مگر اللہ کی جانب سے ہدایت کے نُور نے آپ کو انتہائی شدت سے متاثر کیا حتیٰ کہ آپ نے اللہ کی طرف سے عطا ہونے والی سچائی سے پوری دنیا کو آگاہ کرنے کا تہیّہ کر لیا۔ آپ پر قرآن حکیم کی آیتیں بذریعہ

وحی مسلسل نازل ہوتی گئیں اور آپ انہیں پڑھ کر لوگوں کو سناتے رہے۔ پھر میں نے عربی زبان سیکھنا شروع کی اور یہی راستہ مجھے اسلام تک لے آیا۔

ہسپانوی مراکش میں زوین (Xauen) نامی شہر ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ ایک دن جب میں تہذیبِ مغرب اور اس کی لائی ہوئی سطحی زندگی سے تنگ آ گیا تو میں وہاں کی ایک مسجد میں چلا گیا۔ وہاں فرش پر ایک خشک گھاس کی بنی ہوئی چٹائی بچھی تھی۔ پہلے تو میں اکیلا تھا، پھر ایک معمر بزرگ وہاں آ گئے۔ اُن کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اور وہ بیمار بھی لگتے تھے مگر چہرے پر نور تھا۔ اُنہوں نے ایک لمحہ میری طرف دیکھا اور پھر میرے پاس آ کر مصافحہ کیا اور کہنے لگے: ''آپ یہاں کے رہنے والے نہیں لگتے' آپ مسجد میں کیسے آئے ہیں؟'' میں نے جواب دیا کہ یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا' مگر مسجد میں آ کر مجھے سکون سا محسوس ہوتا ہے۔ میں نے اُن سے کہا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ بتائیں۔

اُنہوں نے پوچھا: ''آپ جانتے ہیں کہ اللہ کون ہے؟'' میں نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ کہنے لگے: ''اگر تمام مذاہب کمال کو پہنچ جائیں تو بھی اللہ کی حقیقت کو جزوی طور پر ہی سمجھ سکتے ہیں، حتیٰ کہ جب انبیاء اور فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا تھوڑا سا مشاہدہ کیا تو ان کے دل بھی پگھل گئے۔ آپ کا مذہب کون سا ہے؟'' میں نے جواب دیا: ''میرا کوئی مذہب نہیں۔''

انہوں نے بڑی سنجیدگی سے مجھے دیکھا' میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ''بیرون ملک سے آنے والے بہت کم لوگ اسلام کو سمجھ سکتے ہیں۔ خاص طور پر آپ یورپی لوگ جو تہذیب اور مادی ترقی کو ہی مقصدِ حیات سمجھتے ہیں' اسلام کو بہت کم سمجھتے ہیں۔

اور یہ بڑی بدنصیبی ہے' لہٰذا اللہ کا سیدھا راستہ تلاش کریں کہ اسی راستے سے آپ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان ہستی کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ اور وہ راستہ اسلام ہے۔''

میں نے پوچھا ''عیسائیت' ہندومت یا دنیا کا کوئی اور مذہب کیوں نہیں؟''

بزرگ مسکرا کر کہنے لگے: ''ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ سچائی ہوتی ہے مگر عیسائیت اللہ تعالیٰ سے مسلسل دور ہوتی جا رہی ہے کیونکہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مان لیا ہے اور انسان اور حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان پادری کو حائل کر دیا ہے۔ عیسائیت انسان کو اس کی تمام ذمے داریوں سے یہ تعلیم دے کر مبرا کر دیتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اس کے نجات دہندہ ہیں جو اس کے لیے مصلوب ہو گئے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ قرآن بھی کہتا ہے، کسی نئے دین کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ معاصر مذاہب میں سے بنیادی باتیں لے کر اُن کی تعلیم دیتے ہیں کیونکہ دوسرے مذاہب بنیادی باتوں کو چھوڑ کر انسان کو اللہ عزوجل سے دور لے جا رہے ہیں۔ اسلام ایک ایسا نظریہ ہے جو انسان کو اللہ کے راستے پر چلا کر اس کا قرب دلاتا ہے۔ ہمارے ہاں پادری نہیں ہوتے، مسجدوں میں تصاویر بھی نہیں ہوتیں۔ تصویر سے اللہ عزوجل کو کیسے ظاہر کیا جا سکتا ہے؟ ہم صرف اور صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں (عیسائیوں کی طرح نبی کو الٰہ نہیں مانتے۔'')

''تو پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟'' میں نے پوچھا۔ انھوں نے کہا: ''وہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح ایک نبی ہیں، جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور دوسرے ہزاروں انبیاء علیہم السلام تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے اُن منتخب بندوں میں سے ایک تھے جنھوں نے اللہ کی شان کو دیکھا اور پھر اس کے بارے میں تمام دنیا کو علانیہ طور پر مکمل ذمے داری سے آگاہ کیا۔ عیسائیت لوگوں کو اللہ عزوجل سے دور لے جا رہی ہے۔ لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نجات دہندہ ہیں جنھوں نے ہماری خاطر جان دے کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ اس طرح لوگوں کو ذمہ داری اور جواب دہی کے احساس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی کوئی بات نہیں بتائی بلکہ آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود تو کبھی الٰہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ قرآن حکیم میں بارہا ان کے متعلق انھی کی زبانی یہ مفہوم ادا کیا گیا ہے کہ ''میں تو بس (تم جیسا) انسان ہوں۔''[1]

---

[1] علی احمد صاحب کو سہو ہوا ہے کیونکہ ان الفاظ کے ساتھ قرآن پاک میں یہ مفہوم ادا نہیں کیا گیا۔ ہاں! قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت کے متعلق یہ الفاظ ملتے ہیں: ﴿انی عبداللّٰہ﴾ مریم 30/19: ''بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں'' اس سے ان کی بشریت پر استدلال کرنا تو درست ہے لیکن اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ الفاظ ثابت کرنا محل نظر ہے۔ (عبدالرحمٰن)

''اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ اپنی روح کی اصلاح ہر شخص پر فرض ہے اور اس کے لیے اسے دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنی چاہیے تاکہ اس کی روح کو اللہ کا تصور اور اللہ کا راستہ صاف نظر آتا رہے۔ اسی لیے منشیات ممنوع ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ایک ماہ (رمضان میں) روزے رکھ کر اپنے جسم کو روح کے لیے ایک پاکیزہ ٹھکانا بنائے۔ اسلام اور دوسرے تمام مذاہب میں فرق یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کہتے ہیں کہ ایمان کو اعمال کا ذریعہ بناؤ جبکہ اسلام کہتا ہے کہ ایمان عمل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔''

چند ماہ بعد میں نے اسلام قبول کر لیا اور میں ان شاء اللہ آخری دم تک اس پر قائم رہوں گا۔ پچھلے سال لیبیا کے صحرا میں میں نے بھوک کے عالم میں پانی کی تھوڑی سی مقدار پاس ہونے کے باوجود اللہ کے فضل و کرم سے گیارہ دن گزار لیے' پھر بھی اللہ پر میرا ایمان متزلزل نہ ہوا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے طرابلس اور سائرینیکا (Cyrenaica) میں اطالویوں کے ہاتھوں اپنے مسلمان بھائیوں پر ظالمانہ تشدد اور جارحیت کے ہولناک مناظر دیکھے تو زندگی میں پہلی دفعہ اپنے یورپی ہونے پر شرمندگی سی محسوس ہوئی۔

مجھے امید ہے کہ اسلام کا مستقبل شمالی یورپ میں بالخصوص بہت روشن ہوگا جہاں آج لوگ ایک ایسے مذہب کو ترس رہے ہیں جو انہیں عیسائیت سے زیادہ کچھ دے سکے کیونکہ عیسائیت ہر لحاظ سے ناکام ہوگئی ہے' لہٰذا مستقبل کا دین اسلام کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ بالشوزم (کمیونزم)' سوشلزم (اشتراکیت) اور دوسرے تمام جدید نظریات کے باوجود اسلام ہر سو چھا جائے گا اور یہی انسانوں کو حقیقی خوشی سے آشنا کرے گا اور اسی کی وجہ سے آج کی تمام تر اخلاقی پستی کے باوجود انسانی معاشرہ رہنے کے قابل ہے۔ [1]

[علی احمد نود ہولمبو]

(Ali Ahmad Knud Holmboe)

[1] اسلامک ریویو' اکتوبر 1931ء' ج:19' ش:10' ص:345-349

اسلام سے میری وابستگی

علم طب سے وابستہ بطور ڈاکٹر اور فرانس کے کیتھولک خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے میرے منتخب پیشے (طب) ہی نے مجھے ایک ٹھوس سائنسی کلچر دیا جس میں تصوف اور روحانیت کی زندگی کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ میرا اللہ پر یقین نہ تھا بلکہ عیسائیت بالخصوص کیتھولک مذہب کے سخت گیر متعصّبانہ نظریات اور رسم و رواج نے مجھے اللہ تعالیٰ کے وجود کا احساس کبھی نہ ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں میرا جو تصور تھا اُس نے مجھے تثلیث اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے پر ایمان لانے سے روک دیا' یعنی ابھی میں اسلام سے تو ناواقف ہی تھا مگر نادانستہ میرا کلمہ طیّبہ کے پہلے حصے ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه '' پر یقین تھا۔ پس اسلام سے میری وابستگی اولاً مافوق الفطرت وجوہ پر مبنی تھی۔ کچھ اور اسباب نے بھی مجھے اسلام کی طرف راغب کیا' مثلاً کیتھولک پادریوں کے اس دعوے کو تسلیم کرنے سے انکار کہ وہ لوگوں کے گناہ معاف کروا سکتے ہیں۔ میں اُن کی وہ رسم بھی ناپسند کرتا تھا جسے "Communion" (عشائے ربانی کے تبرکات تناول کرنے کی رسم) کہتے ہیں جس میں وہ روٹی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم تصور کرتے ہیں۔ یہ رسم غالباً زمانۂ قدیم کی طوطمی (Totemistic) روایت سے لی گئی ہے جس کے مطابق لوگ اپنے بزرگ کی موت کے بعد اس کا مجسمہ (آٹے وغیرہ سے بنا ہوا) اس خیال سے کھایا کرتے تھے کہ اس طرح اُن میں بھی اُس بزرگ کی سی خوبیاں پیدا ہوں گی۔

ایک اور بات جس نے مجھے عیسائیت سے برگشتہ کر دیا وہ یہ تھی کہ یہ مذہب جسمانی صفائی بالخصوص عبادت کے وقت جسم کی پاکیزگی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ یہ بات معبود کی توہین کے مترادف ہے کیونکہ جب اس نے ہمیں روح عطا کی ہے تو اس نے جسم بھی عطا فرمایا ہے' لٰہذا اسے بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح انسان کی جسمانی زندگی کے بعض دوسرے پہلوؤں کے بارے میں بھی عیسائیت خاموش ہے جبکہ اس معاملے میں میرے خیال میں اسلام

واحد دین ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

میرے اسلام قبول کرنے میں بنیادی اور حتمی عنصر میرا مطالعۂ قرآن تھا جو میں نے قبول اسلام سے پہلے ہی شروع کر دیا تھا۔ یہ مطالعہ میں نے مغربی دانشور کے طور پر تنقیدی نظر سے کیا تھا اور میں جناب مالک بنابی (Mr.Malek Bennabi) کا بے حد ممنون ہوں جن کی شاندار کتاب ''Le Phenomene Coranique'' (حیرت انگیز قرآنی مظاہر) نے مجھے قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا یقین دلایا۔ قرآن حکیم کی کچھ آیات ایسی ہیں کہ اگرچہ وہ 13 صدیوں سے بھی زیادہ عرصہ قبل نازل ہوئیں' مگر وہ انہی نظریات کی تعلیم دیتی ہیں جو آج کی جدید ترین سائنسی تحقیق سکھا رہی ہے۔ اس بات نے مجھے مکمل طور پر تبدیل کر دیا اور مجھے کلمہ طیبہ کے دوسرے جزو ''مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ'' کی طرف متوجہ کیا۔

اسی وجہ سے میں نے 20 فروری 1953ء کو پیرس کی مسجد میں جا کر اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا اور مسجد کے مسلمان مفتی نے میرا نام بطور مسلمان کے درج کر لیا۔ میرا اسلامی نام علی سلمان رکھا گیا۔ میں اپنے دین پر بہت خوش ہوں اور یہ اعلان کرتا ہوں: ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ''[1]

[ڈاکٹر علی سلمان بینوئیسٹ۔فرانس]

(Dr.Ali Selman Benoist-France)

پروفیسر آرتھر ایلیسن کو کس بات نے قبول اسلام پر آمادہ کیا؟

پروفیسر آرتھر ایلیسن (Arthur Alison) لندن یونیورسٹی میں الیکٹریکل اور الیکٹرانک انجینئرنگ کے شعبے کے سربراہ ہیں۔ آپ کئی سال تک برطانیہ کی سوسائٹی برائے نفسیاتی و روحانی مطالعہ کے صدر رہے۔ مذہب کے مطالعہ کے دوران میں آپ کو اسلام سے واقفیت

① اسلام دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن' ص: 121-123

حاصل ہوئی۔ جب آپ نے اسلام کا دوسرے مذاہب وعقائد سے موازنہ کیا تو آپ کو معلوم ہوا کہ یہ آپ کی قلبی فطرت کے عین مطابق ہے اور آپ کی تمام ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ آپ کو ''قرآن کی بے مثال طبی حیثیت'' پر 29 ستمبر سے 6 اکتوبر 1985ء تک قاہرہ میں منعقد ہونے والی پہلی اسلامک انٹرنیشنل کانفرنس سے خطاب کی دعوت دی گئی جس کا اہتمام مصری میڈیکل سنڈیکیٹ (Medical Syndicate) نے کیا تھا۔ اس کانفرنس میں آپ نے ایک مقالہ ''نفسیاتی اور روحانی طریقۂ علاج قرآن کریم کی روشنی میں'' پیش کیا اور اس کے علاوہ قرآنِ حکیم کی سورۃ الزمر: آیت نمبر 42 کی روشنی میں نیند اور موت کے موضوع پر بھی ایک مقالہ پیش کیا جو آپ نے ڈاکٹر محمد یحییٰ شرفی کے تعاون سے تیار کیا تھا۔ اس کانفرنس میں جو حقائق پیش کیے گئے اُن سے آپ کی آنکھیں کھل گئیں۔

کانفرنس کے آخری اجلاس میں شیخ الازہر جاد الحق' مصر کے وزیر اوقاف ڈاکٹر محمد احمدی اور ڈاکٹر محمد یحییٰ شرفی بھی شامل ہوئے اور اخباری نمائندوں اور ٹیلی وژن کے نامہ نگاروں کی موجودگی میں پروفیسر آرتھر ایلیسن نے کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ اسلام ہی سچا دین ہے جو انسان کی پیدائشی فطرت کے عین مطابق ہے۔ پھر انہوں نے کلمۂ شہادت کا اقرار کرتے ہوئے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

ہفت روزہ ''المسلمون'' لندن کو دیے گئے انٹرویو میں آپ نے اپنے قبولِ اسلام کی داستان بیان کرتے ہوئے کہا:

''برطانیہ کی سوسائٹی برائے نفسیاتی و روحانی مطالعہ کے صدر کی حیثیت سے نفسیات اور متعلقہ مضامین کے مطالعہ کے دوران میں مجھے مذاہب سے واقفیت حاصل ہوئی۔ میں نے ہندو مت' بدھ مت اور کچھ دوسرے مذاہب وعقائد کا مطالعہ کیا۔ جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو دوسرے مذاہب سے اس کا موازنہ کیا۔

''قرآن حکیم کی بے مثال طب'' کے موضوع پر کانفرنس کے دوران میں مجھے یہ احساس ہوا کہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں بہت زیادہ فرق ہے۔ پھر مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ہی سب

سے مناسب دین ہے جو میری پیدائشی فطرت اور طرزِ عمل کے لیے موزوں ہے۔ میں نے دل کی گہرائیوں سے یہ محسوس کیا کہ کائنات کو کنٹرول کرنے والا ایک اللہ ہے جو اس کائنات کا خالق ہے' لہٰذا جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ عقل اور سائنس سے متصادم نہیں ہے۔ پس مجھے یہ یقین ہو گیا کہ یہی اللہ واحد کا دین ہے۔ جب میں نے اس سچائی کو دیکھ لیا تو میں نے کلمہء شہادت پڑھ لیا۔ جونہی میں نے یہ کلمہ پڑھا، مجھے آرام اور سکون واطمینان کا عجیب سا احساس ہوا جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔''

پروفیسر موصوف نے بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا: ''مادی دنیا اب ایک نازک مرحلے سے گزر رہی ہے۔ جو کچھ لوگ کہتے ہیں اور دیکھتے ہیں اس سے حقائق پوری طرح واضح نہیں ہوتے۔ اب یہ ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ گمراہ اور پریشان حال انسانیت کی نفسیاتی وروحانی ضروریات پوری کریں۔ پھر انسانیت کو مذہب' سائنس اور اس دنیا وآخرت میں ایک گہرا تعلق نظر آنے لگے گا اور ایک ایسا مجموعی ماحول بنے گا جس میں انسان خوش رہ سکے گا۔''

پروفیسر عبداللہ ایلیسن نے مزید کہا کہ انہوں نے ڈاکٹر محمد یحییٰ کے ساتھ مل کر ایک مقالہ پیش کیا تھا جس میں توجہ کا مرکز قرآنِ حکیم کی سورۃ الزمر کی یہ آیت تھی:

﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِى لَمْ تَمُتْ فِى مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ ٱلَّتِى قَضَىٰ عَلَيْهَا ٱلْمَوْتَ وَيُرْسِلُ ٱلْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ ﴾ (الزمر: ٣٩/ ٤٢)

''اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی ہوتی ان کو بھی ان کی نیند کی حالت میں وفات دیتا ہے۔ تو جن کی موت کا فیصلہ کر چکا ہوتا ہے ان (کی روح) کو تو روک لیتا ہے اور دوسروں کو ایک وقت مقرر تک کے لیے رہائی دے دیتا ہے۔ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔''

انہوں نے کہا ''اس آیت ہی کے ذریعے سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ نیند اور موت ایک جیسے عمل ہیں جن کے دوران میں ارواح جسموں سے نکل جاتی ہیں۔ نیند سے بیداری کی

صورت میں روح جسم میں واپس آ جاتی ہے اور موت کی صورت میں واپس نہیں آتی۔ یہ آیت مبارکہ ہم پر واضح کرتی ہے کہ روح قبض کرنے سے مراد نیند اور موت دونوں ہیں۔ پیراسائیکالوجی (Parapsychology) کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے۔''

پیراسائیکالوجی علم نفسیات کی وہ شاخ ہے جو تین انسانی حالتوں سے متعلق ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

❁ بیرونِ جسم تجربہ (OBE): کچھ لوگوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہیں اس قسم کا تجربہ ہوتا ہے جس میں اُنہیں اپنا جسم کسی اور جگہ یا بستر پر پڑا ملتا ہے۔اسے بیرون جسم تجربہ کہا جاتا ہے۔ جب ایسے مریضوں کا سروے کیا گیا تو اُن میں سے 10 تا 20 فیصد لوگ ایسے ہی تجربے سے گزر چکے تھے۔

❁ موت سے مشابہ بے ہوشی: شدید بیماری کی حالت میں بعض لوگوں پر ایسا سکتہ یا بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے کہ معالج ڈاکٹر اُنہیں طبی طور پر مردہ قرار دے دیتے ہیں۔لیکن بعض طبی امدادوں سے وہ دوبارہ ہوش میں آ سکتے ہیں۔ ایسے لوگ ہوش میں آنے کے بعد اس حالت میں دیکھے ہوئے عجیب وغریب واقعات سناتے ہیں۔ ایسے تجربات قرآن کریم کی روشنی میں سائنسی تجزیہ اور مطالعہ کے قابل ہوتے ہیں۔

❁ خواب: خواب دیکھنے کے دوران میں کچھ لوگوں کو پتہ ہوتا ہے کہ وہ خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس کیفیت پر کیے جانے والے سائنسی تجربات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ نیند کے دوران میں جسم سے ایک چیز نکل جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ''روح'' ہے۔

پروفیسر عبداللہ ایلیسن نے مزید بتایا کہ اس کانفرنس میں جب انہوں نے قرآن اور سنت میں موجود ایسے حقائق سُنے جن سے ایسی مخلوقات کا پتہ چلتا ہے جن کی تصدیق سائنس نے بھی کر دی ہے' تو انہیں یہ احساس ہوا کہ قرآن پاک کسی بھی صورت میں انسانی اختراع نہیں ہے بلکہ چودہ سو سال پہلے جو باتیں نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئیں اُن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پروفیسر موصوف کہتے ہیں کہ اسی بنا پر میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا

اور عبداللہ ایلیسن نام رکھ لیا۔

انہوں نے مغرب میں اسلام کی دعوت کے لیے سائنسی حقائق کے حوالے سے بات کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یہی مناسب ترین طریقہ ہے۔ مغرب میں حصول علم کا طریقہ یہ تاثر پیدا کرتا ہے کہ انسان ایک محدود تعداد میں خلیات کا مجموعہ ہے اور کائنات دکھائی اور سنائی دینے والی چیزوں کا مجموعہ ہے۔ جب کبھی انسان کوئی چیز دریافت کرتا ہے تو اُسے اپنی کم علمی کا پہلے سے زیادہ احساس ہوتا ہے۔ جب ہم نفسیات اور اس سے متعلقہ مضامین پر غور کریں تو یہ حقیقت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

فاضل پروفیسر نے یہ بھی انکشاف کیا کہ وہ قرآن و حدیث کی تعلیم کی روشنی میں مطالعۂ نفسیات کا ایک ادارہ لندن میں قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ قرآن حکیم میں موجود سائنسی حقائق مغربی دنیا کو بتا سکیں۔ اس ادارے میں انگریزی اور عربی کتابوں کی ایک لائبریری قرآن کریم کی روشنی میں سائنسی ریسرچ کی تجربہ گاہوں کے علاوہ ہوگی۔ ①

[کے محمد۔ دوحہ، قطر]
(K.Mohammad-Doha, Qatar)

قبولِ اسلام کی کچھ وجوہات

ایک باشعور آدمی جدید فکری رجحانات پر غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اسے اپنی سوچ کا رُخ خود ہی متعین کرنا چاہیے۔ کئی مکاتب فکر ہیں اور اظہار کے اتنے طریقے ہیں کہ اگر انسان ایک مشین کی طرح محض اپنے گردوپیش کے افکار و نظریات تک ہی محدود نہ رہے اور ہمیشہ روایتی یا مقبول عام نظریات کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو تو اُسے چاہیے کہ صحرا میں جا کر غور و فکر کرے اور اس سے رہنمائی حاصل کرے۔ ایک مفکر کو داخلی تحریک بھی وہیں جا کر ملے گی جو اُسے اپنے خیالات سے دوسروں کو آگاہ کرنے کے قابل بنا دے گی۔ اس کے سامنے کئی راستے

① یقین انٹرنیشنل، 7 اپریل 1986ء، ج: 34، ش 23، ص: 271,270

ہوں گے۔ ایک راستہ اس کے سامنے قدیم روایتی رومن کیتھولک مذہب کا ہوگا جو خود کو خطا سے پاک قرار دیتا ہے۔ یہ ایسا چرچ (کلیسا) ہے جو اپنی رسوم، عبادات، قدامت اور پیرو کاروں کی وسیع تعداد کے باعث کئی ذہنوں کے لیے زبردست کشش کا حامل ہے۔ اس کے پیرو کار دنیا بھر میں موجود ہیں اور اس میں مذہبی فرائض سرانجام دینے کے بے شمار طریقے رائج ہیں۔

پروٹسٹنٹ فرقہ فرد کے اظہارِ حق اور ضمیر، سوچ اور عمل کی آزادی کے دعوے کی بنا پر بعض کو اچھا لگ سکتا ہے، مگر غور سے دیکھنے پر معلوم ہوگا کہ یہ بھی محض روایتی عقائد کی رسمی اور اندھا دھند تقلید کی ایک اور قسم ہے، بالکل اس مذہب (کیتھولک) کی طرح، جس کی جگہ لینے کے لیے یہ وجود میں لایا گیا۔ کئی لوگ عقلیت (Rationalism) پر مبنی فلسفۂ حیات کو اس لیے اچھا سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سائنس کو بہ خوشی قبول کرتا ہے اور پادریوں کی اجارہ داری کو رد کرتا ہے۔ ماضی میں پائے جانے والے تعصّبات کو ختم کر کے اس فلسفے نے انسانیت کی بڑی خدمت کی ہے، لہٰذا اُن لوگوں کی نظر میں یہ فلسفۂ حیات مذہب یا سیاست میں حقیقی آزادی کے علم بردار دوسرے نظریات و عقائد سے بہتر ہوسکتا ہے۔ اس قسم کی رسم شکنی (iconoclasm) بلاشبہ انسانی ذہن کو حقیقی آزادئ فکر یا نئی دریافتوں پر غور کرنے کا موقع ملنے تک ضروری ہے۔

سوشلزم اور کمیونزم اپنے سماجی، معاشی اور سیاسی مساوات کے نظریات کی بنا پر فوری نتائج کے حصول کے لیے بلاشبہ فروغ پا سکتے ہیں اور دنیا میں پھیلی ہوئی موجودہ افراتفری جس کو شدید تر کرنے میں عالمی جنگ (18-1914ء) نے اہم کردار ادا کیا، دور کر کے انسانی معاشرے کو از سرِ نو منظم کر سکتے ہیں، اگرچہ یہ نظمِ نو خالص مادیّت پرستانہ ہوگا۔

پچھلے چند سالوں میں کئی نئی نظریاتی تنظیمیں وجود میں آئیں جن میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ تھا کہ دنیا کو جس فکری رہنمائی کی ضرورت ہے وہ فراہم کر سکتی ہیں۔ ان تنظیموں اور برادریوں کی تعداد ہی وقت کے شعور کی عکاسی کرتی ہے کہ مثالی نظامِ حیات کی طلب دنیا میں شدید تر ہوتی جا رہی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا سب اپنے اپنے لائحہ عمل پر پوری طرح عمل کر سکتیں اور اُن دعووں پر پوری اترتیں جن کا اعلان اور پرچار بآوازِ بلند فصیح و بلیغ انداز میں کیا جا رہا ہے، تو

ایک سے دوسرے دور میں منتقلی کا عبوری عرصہ بہت آسان ہو جاتا بہ نسبت اُن ہنگامی اور متشدّد طریقوں کے جن کا تجربہ پچھلے چند سالوں میں (کمیونزم کے نفاذ کی صورت) میں ہوا۔

بہر صورت میرا خیال ہے کہ اسلام میں مجھے ایسے عناصر نظر آتے ہیں جو استحکام پیدا کر سکتے ہیں جیسے سادگی، رسم و رواج سے کنارہ کشی، رواداری اور تحمل، سماجی اور نسلی امتیازات اور تعصّبات سے پاک ہونا، توہمات سے خالی ہونا اور ایسی پُر اسرار باتوں سے مبرّا ہونا جو بعض مخصوص لوگوں یا امیر اور بارسوخ افراد کے لیے مختص ہوں۔ مستقبل میں جدید دور کے کسی دوسرے مذہب سے زیادہ اس کے امکانات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو میرے خیال میں انسان کے اعلیٰ ترین سماجی، سیاسی اور مذہبی مقاصد کے حصول کے لیے یہ دین باقی سب مذاہب، عقائد اور فلسفوں سے بہتر ہے۔ ①

[ڈیوڈ عمر نکلسن]
(David Omar Nicholson)

اسلام نے میرا دل کیسے جیت لیا؟

[کرنل ڈونلڈ ایس راک ویل (Col. Donald S.Rockwell) ٹیلرول (Taylorville) کے مقام پر امریکی ریاست اِلی نائے (Illinois) میں پیدا ہوئے اور واشنگٹن کے سپرنگ فیلڈ (Springfield) سکول میں تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے اپنی تعلیم واشنگٹن اور کولمبیا کی یونیورسٹیوں میں مکمل کی جہاں کئی علمی اعزازات حاصل کیے۔ کرنل راک ویل ایک شاعر، ادبی نقاد "ریڈیو پرسنیلٹیز" (Radio Personalities) کے چیف ایڈیٹر اور 'Beyond the Brain' اور 'Bazar of Dreams' کے مصنف تھے۔ وہ دنیا کے معروف سیاح تھے اور انہوں نے بہت سے مسلمان ممالک کی سیر کی۔] (ایڈیٹر)

اسلام میں سادگی، مساجد کی ایمان افروز فضا، مسلمانوں کے دینی ذوق وشوق اور پانچوں وقت اذان پر لبیک کہنے والے لاکھوں نمازیوں کے اعتماد افزا عمل نے مجھے شروع سے متاثر کیے رکھا۔ جب میں نے اسلام قبول کر لینے کا فیصلہ کر لیا تو مجھے بہت سی وجوہ نظر آئیں جو میرے

① اسلامک ریویو اپریل 1935ء ج:23 ش:4، ص:106-108

فیصلے کی توثیق کرتی تھیں۔ ان میں زندگی کا سہل تصور' نبیٔ اکرم ﷺ کے اعمال واذکار' تجربہ وذہانت پر مبنی نصیحتیں' صدقہ وخیرات کی ترغیب' انسانیت سے محبت اور عورتوں کے حق ملکیت کا سب سے پہلے اعلان اور اس طرح کی دیگر ایسی وجوہ ہیں جو کہ اسلام کے عمل پسند مذہب ہونے کا واضح ثبوت ہیں جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کے جامع الفاظ [اَعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ] ''پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھیں پھر اللہ پر اعتماد کریں۔''[1] سے عیاں ہوتا ہے۔ انہوں نے ہمیں ایک عملی مذہبی نظام دیا اور ایک غیبی طاقت کے تحفظ پر اندھا یقین رکھنے کے بجائے ایسا اعتماد بخشا کہ ہم احتیاطی تدابیر اختیار کرنے اور حتی المقدور کوشش اور عمل کرنے کے بعد رضائے الٰہی پر بھروسا کر سکتے ہیں۔

اسلام میں دیگر مذاہب کے لیے لچک دار رویے نے اسے روشن خیال لوگوں میں مقبول بنا دیا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے مومنوں کو عہد نامۂ قدیم وجدید پر ایمان رکھنے والوں سے اچھا سلوک کرنے اور حضرت ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ علیہم السلام کو اللہ کے انبیاء کے طور پر تسلیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ یقیناً دیگر مذاہب کے مقابلے میں اسلام میں یہ نظریہ زیادہ قابلِ قبول اور ترقی یافتہ ہے۔

بت پرستی چاہے جدید شکل میں پوجا کا تصور ہو یا گرجوں کے دریچوں' طاقچوں اور مزاروں میں رکھے ہوئے ان گنت ولیوں کے مجسمے اور تصویریں ہوں' اس بت پرستی سے مکمل آزادی اسلامی عقیدے کے درست' مضبوط اور خالص ہونے کی علامت ہے۔

دین اسلام کی رو سے مسجد' گھر اور دل ودماغ میں ایک اللہ کا تصور ہے جسے عیسائیوں کی طرح بہت سے ولیوں کی رنگین تصاویر اور آراستہ مجسّموں کی پرستش سے داغدار کیا گیا ہے نہ نبی کو اللہ کے مشابہ قرار دینے کا غلط تصور قائم کیا گیا ہے جس سے وحی الٰہی سے فیض یاب رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے جن کے ذریعے سے ایک مشرک قوم پر توحید پرستی کا سبق دینے والا قرآن نازل کیا گیا' نیز اللہ کی وحدانیت کے تصور کو الگ سے نبی کی پرستش سے ماند کیا

[1] جامع الترمذی' صفة القیامة' [باب حدیث اعقلها و توکل......]' حدیث: 2517

گیا ہے نہ الوہیّت کو تثلیث میں تقسیم کرنے اور ایک نجات دہندہ کا عقیدہ گھڑ کر اسے اللہ کا درجہ دینے کی جسارت کی گئی ہے' جیسا کہ عیسائیت کا عقیدہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ جو اس لیے واجب الاحترام ہیں کہ ان پر آسمانی وحی کا نزول ہوا' انہیں ان کے پر جوش پیروکاروں نے اللہ کا درجہ دیا ہے نہ ان سے اس طرح کی الوہی شان منسوب کی گئی ہے جو کہ عیسائیت کے ''شہیدوں'' کا خاصہ بتائی جاتی ہے۔

مزید برآں خاتم النبیین ﷺ کی اصل تعلیمات خودسر شارحین اور فقیہوں کے ہاتھوں بھی تبدیل نہ ہوسکیں۔ قرآن کریم بھی بعینہ اسی حالت میں محفوظ ہے جس حالت میں یہ مشرکینِ مکہ کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا۔ یہ اسلام کی مقدس روح کی طرح غیر مبدّل ہے۔

اسلام کی امتیازی تعلیمات' اعتدال اور رواداری نے میرا دل جیت لیا۔ پیغمبر اسلام نے اپنے پیروکاروں کے نہ صرف عقائد کی اصلاح کی اور ان کی روح کو پاک کیا بلکہ ان کی جسمانی صحت کے لیے طہارت وصفائی اختیار کرنے اور روزے رکھنے کا حکم دیا اور شہوت پر قابو پانے کی ترغیب دی۔

اس سال گرمیوں میں' میں نے پورے سپین کے بڑے بڑے گرجا گھروں کا دورہ کیا جن میں سے کئی ابتدا میں مسجد کے طور پر تعمیر کیے گئے تھے اور اس دورے کے فوراً بعد میں نے فاس (Fez)، مراکش شہر' رباط' مکناس (Meknes)' تطوان (Tetuan) اور مراکش کے دوسرے شہروں کی کئی مساجد میں ہزاروں مورنسل [1] کے مسلمانوں کے ساتھ نمازیں ادا کیں۔ دھندلی روشنی والے گرجا گھروں کی محرابوں میں جب باجوں کے سُر اور عیسائیت کے مذہبی

[1] ان دنوں مراکش کے جنوب میں موریتانیہ واقع ہے لیکن رومی دور میں مراکش اور الجزائر تک کے علاقے موریتانیہ کہلاتے تھے۔ 711ء میں طارق بن زیاد کی قیادت میں جس اسلامی لشکر نے سپین (اندلس) فتح کیا تھا اس میں زیادہ تر مراکش' الجزائر اور موریتانیہ کے بربر مسلمان تھے۔ موریتانیہ کی نسبت سے ہسپانوی عیسائی' اندلسی مسلمانوں کو ''مُور'' کہتے تھے۔ سقوط غرناطہ (1492ء) کے بعد بے شمار مسلمان شمالی افریقہ چلے آئے تھے۔ (م ف)

گیتوں کی آوازیں گونجتیں اور ہسپانوی کلیساؤں کے بلند ستونوں کے درمیان اگر بتیوں اور لوبان کی خوشبو رقص کرتی تو مجھے ماننا پڑ جاتا کہ یہ گانا بجانا اور خوشبوئیں ایک اچھا مظاہرہ کرنے کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوتی ہیں مگر مذہب کو ڈرامائی مناظر کا سہارا نہیں لینا چاہیے' بلکہ اس کی بنیاد کسی آرائش کے بغیر سادہ و پاکیزہ عبادت پر ہونی چاہیے۔ موسیقی اور خوشبو جذباتی ردعمل پیدا کرتی ہیں جو روحانی خلوص کی بجائے جذباتی ہیجان پر مبنی ہوتا ہے۔ موسیقی اور خوشبو تو مذہبی طور پر پھسڈی لوگوں کو متحرک کر سکتی ہیں۔ گویا یہ عیسائیت کی شراب اور کافی ہیں جو اعصاب اور جذبات کو عارضی طور پر چست کرتی ہیں۔

لیکن جب میں استنبول' دمشق' یروشلم' قاہرہ' الجزیرہ' طنجہ' فاس اور دوسرے شہروں کی مساجد کے روح پرور ماحول میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا تھا تو مجھے عیسائیت کی موسیقی اور خوشبو سے پیدا ہونے والے عارضی جذباتی ہیجان سے بڑھ کر ولولہ اور روحانی تحریک محسوس ہوتی تھی۔ اسلام کی عبادات میں جو سادگی اور رفعت ہے اس کے خیال ہی سے روحانی ارتفاع محسوس ہوتا تھا۔ یہ روحانی کیفیت کسی قسم کی پُر تکلف آرائش و نمائش' مورتیوں' تصویروں' موسیقی اور رسمی عبادت کی مرہونِ منت نہیں تھی۔ مسجد ایک ایسی جگہ ہے جہاں توحیدِ الٰہی کی عظیم تر حقیقت کے ادراک اور پُر سکون غور و فکر کا موقع ملتا ہے۔ اس کے لیے منظر کشی' آواز کے جادو اور خوشبو کی سحر کاری کا تین دائروں والا سرکس پجاریوں کو متوجہ کرنے اور اجتماعی عبادت منعقد کرنے کے لیے درکار نہیں ہوتا۔

اسلام کی عمومی مساوات نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا ہے۔ مسجد کے فرش پر بادشاہ اور گداگر برابر ہو جاتے ہیں۔ دونوں نہایت عجز سے رکوع میں جھکتے ہیں۔ وہاں چرچ کی طرح کرائے پر لی گئیں یا بڑے لوگوں لیے مخصوص نشستیں نہیں ہوتیں۔

ایک دوسرے مذہب (عیسائیت) کے بجا طور پر احترام کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ روحانی رہنمائی کے لیے رہبانیت پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے نہ یہ روحانیت کا صحت مند لازمہ ہے۔ گوشہ نشین پادری کی خانقاہی زندگی کی نسبت ایک عام گھریلو زندگی بسر کرنے والا آدمی اپنے جیسے انسانوں کے مسائل اور ان کی کمزوریوں کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ بلاشبہ جسم اور

نفس کی خواہشات کے لیے اپنے مذہبی لبادے کے تقدس کو پس پشت ڈالنے والے منحرف پادریوں کو دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام پادریوں کا کوئی الگ طبقہ یا چرچ کی افسر شاہی کا نظام وجود میں نہیں لاتا۔

ایک مسلمان اپنے اور اپنے رب کے درمیان کسی رابطہ کار کا وجود قبول نہیں کرتا۔ انسان براہ راست اپنے خالق اور زندگی کے نظر نہ آنے والے منبع یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے۔ وہ عیسائیت جیسے کسی وسیلۂ نجات یا کسی معلمِ دین کے اللہ سے معافی دلانے کے اختیار پر بھروسا نہیں کرتا۔

مجھے دین اسلام کی طرف مائل کرنے والی ایک اور بات عالمگیر اسلامی اخوت ہے جس کا مجھے سیاحت کے دوران میں کئی مرتبہ تجربہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ اسلام کا یہ نظمِ اخوت رنگ، نسل اور وطن سے بالاتر ہے۔ اس بات نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ مجھے لندن، پیرس، نیویارک، مراکش، ہندوستان، ایران، ترکی، شام، مصر اور پولینڈ کے مسلمان بھائیوں کی جانب سے مہمان نوازی کا تجربہ ہوا اور اس عظیم مقصد (اسلام) کے لیے ان کے جذبے اور خلوص کی حرارت میں نے اپنے دل میں بھی محسوس کی۔

جریدہ ''اسلامک ریویو'' کے جو شمارے امریکہ میں مجھے دستیاب ہوئے، انہوں نے مجھے اپنے اختیار کردہ دین پر قائم رہنے میں مزید استقامت عطا کی اور اپنے ادارتی فرائض کی ادائیگی کے دوران میں رُک کر ووکنگ (Woking) میں ہونے والے قابل قدر کام کی تعریف و تحسین کرتے اور دنیا بھر کے مسلمان بھائیوں کو اپنے پُرجوش مقصدِ حیات یعنی اسلام کے احیا میں مدد کا یقین دلاتے اور مغربی دنیا میں اسلام کو مستحکم کرنے کے عزم کا اعلان کرتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے۔[1]

[کرنل ڈونلڈ ایس راک ویل]

(Col. Donald S.Rockwell)

---

① اسلامک ریویو، اپریل 1935ء، ج:23، ش:4، ص:121-124

میرے قبولِ اسلام کی وجوہات

میں عہد جوانی ہی سے اسلامی تہذیب کے تمام پہلوؤں بالخصوص شاعری اور فنِ تعمیر سے بہت متاثر رہا ہوں۔ میں نے اکثر اپنے آپ سے یہ کہا ہے کہ جو لوگ دنیا کو ثقافت کے ہر شعبے میں اتنی حسین اور اہم تخلیقات سے مالا مال کر سکتے ہیں انہوں نے یقیناً فلسفہ اور مذہب کے میدانوں میں بھی کمال کی بلندیوں تک رسائی حاصل کی ہو گی۔

جب مجھے عربوں کے رہائشی فنِ تعمیر کا شاہکار ''الحمرا'' یاد آتا ہے تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں ایک حسین خواب دیکھ رہا ہوں۔ جیسے کسی جن نے جادو کی چھڑی سے الف لیلہ کے طلسماتی محلوں جیسی یہ عمارت کھڑی کر دی ہو۔ اپنی ساخت کی مضبوطی کے باوجود، بظاہر تقریباً ماند پڑتے حُسن کی حامل عمارت کے پتلے ستونوں پر خالص عربی طرز کے بھاری بھرکم محراب دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان ستونوں نے اتنا بھاری بوجھ کیسے اٹھا رکھا ہے۔ میں آپ کی آگاہی کے لیے یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں نے انسانوں کی پیکر تراشی اور تصویر کشی کی بجائے اپنی تمام تر تخلیقی صلاحیتیں آرائش کے فن پر صرف کر کے بہت اچھا کیا اور اس فن میں عروج تک پہنچے۔ آرائش میں مسلمانوں جتنا تنوّع رُوئے زمین پر کوئی اور قوم پیدا نہ کر سکی۔ گنبدوں کو سجانے کی حیرت انگیز عربی فنکاری' دیواروں' ٹائیلوں اور پلیٹوں پر بیل بوٹے بنانے کا فن' دھات کی مصنوعات' فرنیچر' جلد سازی' بھرائی کا کام اور بے شمار دوسری مصنوعات جو مسلمانوں نے تیار کیں' آج بھی بے مثال ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ اطالوی لوگ انسانی پیکر تراشی اور تصویر کشی کے بہت ماہر رہے ہیں' مگر آرائشی چیزیں بنانے میں وہ عربوں کی برابری کبھی نہ کر سکیں گے۔

جب شاہ چارلس پنجم نے الحمرا میں قدم رکھا تو وہ بے ساختہ چلا اٹھا: ''اگر بوعبدل (شکست خوردہ بادشاہ ابوعبداللہ جو فرار ہو گیا تھا) کی جگہ میں ہوتا تو فرار ہونے کی بجائے اس خوبصورت عمارت کے ملبے تلے دب کر مرنے کو ترجیح دیتا۔'' اس کے بجائے اسے کہنا چاہیے تھا: ''بوعبدل! اللہ تم پر رحم کرے کہ یہ معجزہ نما محل صحیح سالم چھوڑے جا رہے ہو۔''

اور سلطان ابو عبداللہ محمد کا فرڈینینڈ (Ferdinand) کی طاقتور فوج سے شکست کھا کر فرار ہوتے ہوئے اپنے شہر (غرناطہ) کے چھن جانے پر رونا بزدلی نہیں تھا۔ وہ ایک دلیر آدمی تھا اور بزدل نہیں تھا جیسا کہ تھیوفائیل گاتھیئر (Theophile Gauthier) اور کئی دوسرے مؤرخین نے کہا ہے اور اس کی ماں کا یہ کہنا بھی غلط تھا: ''جس تخت کی تم اپنی تلوار سے حفاظت نہ کر سکے اب اس کے چھن جانے پر بچوں کی طرح رونے کا کیا فائدہ؟''

ہاں اے لاچار بوعبدل! تم سپاہی سے زیادہ ایک فنکار تھے' اس لیے تم نے لڑائی سے وقتی شہرت کے حصول کی خاطر فن کے ایک لافانی شاہکار کو دشمن کے ہاتھوں تباہ کروانے کی بجائے اسے صحیح سالم چھوڑ کر فرار ہونے کو ترجیح دی۔ تمہارے دشمن اس زبردست کشمکش کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو تمہاری روح کی سرزمین پر تمہارے فنکارانہ ضمیر اور ایک ڈرامائی جنگ کے زعم کے درمیان برپا ہوئی ہوگی۔

نہیں' بوعبدل! وہ یہ بات کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ تم اتنے ہولناک منظر (الحمرا کی تباہی) کو دیکھنا کیسے گوارا کر سکتے تھے۔ تم اس خواب نما محل کی شاندار دیواروں کو' جس میں تم بادشاہ کی حیثیت سے رہتے تھے' ایک دوسری کے اوپر گر کر تمہارے فنکاروں کے آرائشی شہ پاروں کو چکنا چور کرتے دیکھنا کیوں کر گوارا کر سکتے تھے؟ نہیں! تم پر تنقید کرنے والے لوگ کچھ نہیں جانتے۔ بھائی سلطان بُوعبدل! میں تصور کی آنکھ سے تمہیں اس محل میں مصلّٰی بچھائے نماز پڑھتے دیکھ رہا ہوں۔ میں شرطیہ طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ محل اپنے حُسن میں پورے سپین سے زیادہ قدر و قیمت کا حامل ہے۔ تم نماز پڑھتے ہوئے اللہ سے ہدایت کی دعا کر رہے ہو گے کہ اس فیصلہ کن اور نازک گھڑی میں کیا کرنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے فوراً اپنے دل سے یہ آواز آتے ہوئے سنی ہوگی: ''یہ محل چھوڑ دو تاکہ بعد میں آنے والے اہلِ ایمان اسے دیکھ کر خوش ہوں۔ طاقتور دشمن کے مقابلے میں فضول مزاحمت چھوڑ دو اور یہاں سے فرار ہو جاؤ۔''

سو تم فرار ہو گئے اور صلیب کی رہنمائی میں وحشی لوگ تمہارے اس طلسماتی محل میں سیلاب کی طرح داخل ہوئے اور اُن عجیب و غریب آرائشی چیزوں کو دیکھ کر' جو وہاں رکھی ہوئی تھیں'